چو شد طبع حالات شاہ سخن | کہ بُد شاعر ماہر نکتہ غنی
دل من ز فکر تردد رُست | کہ یابم مصرعۂ سال آں جستنی
ندا آمد از غیب در گوش من | مقالات ملا طاہر غنی ۱۹

سوانح مولانا غنیؒ

یعنی

شاعر ماہر نکتہ غنی مولانا محمد طاہر غنی کاشمیری کی شاعرانہ زندگی کے دلچسپ حالات

از

مولانا اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی

جس کو
منشی محمد الدین صاحب فوق ایڈیٹر اخبار کشمیری لاہور نے
خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ الشیر داس پرنٹر طبع کرایا
قیمت ۱۲؍

فہرست تصنیفات ایڈیٹر اخبار کشمیری میگزین لاہور

سوانحعمریاں تاریخی کتب و سفرنامے

- سوانحعمری حضرت داتا گنج بخش ۱۲؍
- آفتاب نبد ھیل کھنڈ یعنی والی اجے گڈھ کی سوانحعمری قیمت ۲؍
- حیات فرشتہ ۳؍
- سوانح مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی مع تاریخ سیالکوٹ ۱۲؍
- نظام الملک آصف جاہ اول ۸؍
- رہنمائے کشمیر ۱۲؍
- سوانحعمری حضور ایڈورڈ ہفتم ۶؍
- تان سین اعلم موسیقی کے ماہر کے حالات ۴؍
- تاریخ ملتان ۲؍
- راجہ بیربر ۴؍
- راجہ ٹوڈرمل ۴؍
- حالات نواب دبیرالدولہ کشمیری دہلوی ۶؍
- مالوہ پیانزہ کے حالات ۵؍
- حیات نورجہان و جہانگیر ۱؍
- ماتم ہیلدائی یعنی غلام [illegible] مرحوم کی سوانحعمری ۱؍
- سفرنامہ کشمیر ۶؍
- حالات مہاراجہ رنجیت سنگھ ۱۲؍
- حالات مولانا روم ۱۲؍
- حالات شمس تبریز ۸؍
- تذکرہ سلطان زین العابدین بادشاہ کشمیر ۶؍
- مکمل تاریخ کشمیر حصہ اول ۸؍ دوم ۸؍ سوم ۱۰؍
- مشاہیر کشمیر ۱۲؍
- حالات مہاتما بدھ ۶؍
- تاریخ ریاستہائے تحصیل کھنڈ مع تحقیقات طلسم بکاولی ۸؍
- تاریخ شالامار باغ لاہور ۸؍
- تاریخ اقوام کشمیر ۸؍

اخلاق و تصوف

- تذکرۃ الصالحین اہل اللہ بزرگوں کے حالات ۱۰؍
- نالۂ مشتاق مختلف بزرگوں کے اقوال ۸؍
- امتحان پاس کرنے کا گر ۳؍
- تحفہ چراغان ۴؍
- یادِ رفتگان نورِ سیم ۱۲؍
- حریت اسلامیہ ۸؍
- تمدن کشمیر ۶؍
- وجدانی نشتر ۸؍

نظم و شاعری

- بہار گلشن مکمل چار حصہ ۸؍
- ایشیائی شاعری کی الوداع ۱؍
- کلام فوق مع تصویر مصنف ۶؍

ناول

- عصمت آرا ۸؍
- ناکام ۱۲؍
- خانہ بربادی ۱۲؍
- مسٹریز آف امرتسر ۸؍
- غم نصیب ۱۲؍
- انارکلی ۸؍
- مہذب ڈاکو ۴؍
- محروم تمنا ۸؍
- نیم بسمل خونِ جان ۸؍
- اکبر جدید تاریخی ناول ۸؍
- رام کہانی ۷؍

المشتہر منیجر اخبار کشمیری میگزین لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

موجبِ نگارش

اُردو زبان کی روز افزوں ترقی اور ہمہ گیری نے ہندوستان کے ہر صوبہ اور ہر شہر کی شفقت آمیز توجہ کو اپنا خادم بنا کر مسلمانوں، ہندوؤں، عیسائیوں اور پنجابیوں، بنگالیوں، دکنیوں کے شوق والتفات کو اپنی شیرینی و دلفریبی کے ذریعہ خرید لیا ہی۔ ہر روز نئے نئے اسلوب بیان ایجاد ہوتے اور جدید و لطیف محاورات زبانوں سے نکل کر کانوں کے راستے دلوں میں اُترتے اور دماغوں میں گھر بناتے جاتے ہیں۔ کہیں مجالس سخن کے ذریعہ اُردو کی خدمتگزاری کا کام انجام دیا جا رہا ہی کہیں لیکچرار اردو کی عظمت و شوکت میں ادبی رسالے اضافہ کر رہے اور کہیں مصنفین کتب کی شمشیر قلم شراب دو آتشہ کی طرح چھی اور ساغر مے کی طرح چلتی ہوئی

گلوے کج مج بیانی کو قلم کر رہی ہے۔ اس جوش رنگ و بو اور خروش ہائے دمہ میں یہ ہوش و دماغ اور اس قدر فرصت و فراغ کس کو میسر ہے کہ اس راز کا جویا اور اس حقیقت کا متلاشی ہو کہ اردو زبان کی خوبی دل ربائی اور اردو کی قادر الکلامی و ترجمانی جذبات کی قوت کا منبع کیا ہے اور اس چشمہ کا سرچشمہ کہاں ہے۔ اردو زبان اس میں شک نہیں کہ برج بھاشا۔ فارسی۔ عربی۔ اور بعض دوسری زبانوں کی بھی رہین منت ہے۔ ان سب زبانوں کو اردو کی تعمیر و ترکیب میں کتنا کتنا دخل اور کیا کیا مرتبہ حاصل ہے۔ اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ مگر فارسی کو اردو کے ساتھ سب سے زیادہ قوی تعلق ہے اور فارسی کے بغیر نہ اردو کے وجود کا تصور کیا جا سکتا ہے اور نہ اردو کو ترجمانی مافی الضمیر کا آلہ بنایا جا سکتا ہے۔ اس دعوے کے ثبوت میں یہ حقیقت زیر توجہ لانی چاہیے کہ سیکڑوں برس کی مدت اور ہندوستان جیسے آباد و وسیع ملک میں ایک بھی اردو کا قادر الکلام شاعر ایک بھی اردو کا خوش تقریر خطیب اور ایک بھی زبردست و مسلم الثبوت اردو لکھنے والا مصنف ایسا نہیں پیدا ہوا جو فارسی زبان سے واقف نہ ہو۔ میر۔ سودا۔ انشا۔ مصحفی۔ غالب۔ ذوق۔ مومن۔ ناسخ۔ آتش۔ انیس وغیرہ اساتذہ میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو فارسی سے ناآشنا ہو۔ اور کہاں کہا جا سکتا ہے کہ فارسی استعارات۔ فارسی تشبیہات فارسی اضافتوں اور فارسی ترکیبوں کے بغیر بھی یہ لوگ اردو و بزم ادب کے صدر نشین بن سکتے تھے۔ حالانکہ ان میں سے بعض عربی سے ناواقف اور قریباً سب برج بھاشا یا ہندی

سے ناآشنا تھے بہر سید شبلی - حالی - آزاد وغیرہ اس قریبی آخری زمانہ میں
ہرگز اپنی شیریں کلامی سے درجہ استادی حاصل نہ کر سکتے - اگر فارسی سے ناآشنا
ہوتے - موجودہ زمانہ کے چند آتش بیان اور فصیح اللسان حضرات کی گرمی
کلام اور رنگینیٔ رنگینیٔ بیان کی روح رواں بھی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ سب فارسی
میں کافی دستگاہ رکھتے اور فارسی زبان کی دل ربائیوں سے بخوبی آگاہ ہیں -
مگر حسرت و افسوس کے ساتھ اس بیان کو زبان تک لانا پڑتا ہے کہ اردو کے
مقام کو رفیع اور اردو کی حیثیت کو وقیع کرنے والے تمام واجب التکریم لوگوں نے
اپنے خاندانی مراسم اور اپنے بزرگوں کے ایشیائی خیالات کی بدولت فارسی
زبان سیکھی جس نے بلا ارادہ اور غیر مترقبہ طور پر اردو زبان کی شائستگی و آراستگی
کی خدمت انجام دینے کا قابل قدر نتیجہ پیدا کیا - اب جبکہ یورپ ایشیا کو ہر طرح
مغلوب کر چکا ہے - یورپی خیالات ایشیائی خیالات پر یورپی زبانیں ایشیائی
زبانوں پر اور مغربی علوم مشرقی علوم پر غالب و مستولی ہوتے جاتے ہیں فارسی
زبان سیکھنے اور فارسی علم ادب کی طرف التفات کرنے کا شوق بھی سرد
ہوتا جا رہا ہے ؎

کفر در کعبہ و اسلام بہ یورپ گویند
این سخنہاست کہ از گردش رابطہ می شنوم

ایک وہ زمانہ تھا کہ جب پنجاب میں مشرقی علوم اور مشرقی زبانوں کی یونیورسٹی

قایم ہونے لگی تو سر سید نے پنجاب والوں کی مادی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر اس کی مخالفت کی اور الہ آباد یونیورسٹی کی مانند یونیورسٹی کو ترجیح دی ۔ سر سید کی یہ بات اس وقت گورنمنٹ کے عزم کو تبدیل نہ کر سکی لیکن زمانہ کی ہوا نے بتایا کہ سر سید کے اصرار کی کچھ ضرورت نہ تھی اُسی اورینٹیل یونیورسٹی کا اصل تنہ تو ٹھٹھرا یا ہوا بلا نشوونما اور بے برگ بار نا قابل التفات اور نا قابل تذکرہ ہوگیا لیکن اُس کی ایک معمولی سی شاخ یعنی انگریزی زبان نے وہ ترقی کی کہ شاخ ہی اصل درخت سمجھی جانے لگی جس کے سایہ میں بہت سے کالج بہت سے مدرسے تمام پنجاب کی حدود میں پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ فارسی زبان کے مکاتب اب سے پچاس سال پہلے تک ملک کے ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں موجود پائے جاتے تھے ۔ کریما ۔ مامقیماں اور دستور الصبیاں سے لیکر سکندر نامہ ۔ ابوالفضل مینا بازار ۔ پنج رقعہ ۔ قصاید بدر چاچ وغیرہ تک پڑھنے والے ہزاروں لاکھوں طالب علم نظر آتے تھے ۔ آج اُن مکتبوں اور اُن فارسی زبان کے اُستادوں کا کہیں نام و نشان بھی نظر نہیں آتا اور ان کتابوں کے نام سے بھی لوگ واقف نہیں ۔ یہ چند نفوس جن کو صاحب طرز اور گلشن اُردو کے نخلبند ہونے کا طرۂ امتیاز عطا کیا جا رہا ہے ۔ اُنہیں فارسی زبان کے مکتبوں کی ٹوٹی ہوئی چٹائیوں پر بیٹھنے والوں اور اُن میں فارسی معلموں کے آگے زانوئے ادب تہ کرنے والوں کی یادگار ہیں ۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

گو ہندوستان میں فارسی کی سرد بازاری دور ہونے کے بعض نئے قدرتی سامان بھی پیدا ہو رہے ہیں یعنی جنوبی ایران میں انگریزی حکومت کے اثر اور فتح عراق نے ایران کو ہندوستان سے بہت قریب کر دیا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ۔ تصوف۔ طب اور علم اخلاق کا ایک بڑا حصہ فارسی زبان کے سوا کسی دوسری زبان میں موجود نہیں ادھر اُردو کی روز افزوں بلند اقبالی بھی فارسی کی طرف توجہ دلا رہی ہے مگر حیرت ہے کہ ہندوستان میں بہت زیادہ تلاش کرنے سے بہت ہی تھوڑے لوگ ایسے مل سکتے ہیں جو فارسی شعرائے کلام سے لطف اُٹھا سکتے یا اُن کے حالات و مقالات سے لطف اُٹھانے کا شوق رکھتے ہوں حتیٰ کہ فردوسی۔ سعدی۔ حافظ۔ عمر خیام وغیرہ شعرا اور ان کے کلام سے جس قدر یورپ واقف ہے ہندوستان اُس قدر واقف نہیں۔ یورپ میں فارسی شعراء کے کلام کی طرف جس قدر اعتنا موجود ہیں ہندوستان میں اُس کا عشر عشیر بھی نظر نہیں آتا۔ ایسی حالت میں مجھ مرہون افکار و مصروف مشاغل اور سرمایۂ قابلیت و پیرایۂ واقفیت سے عاری شخص کا کسی فارسی زبان کے شاعر کی نسبت کچھ لکھنا ایک تعجب انگیز اور حیرت افزا بات سمجھی جائے گی۔ اس حیرت کو دور کرنے کیلئے مجھ کو یہ بتانا ضروری ہوا کہ میرے مخدوم دوست

اور تاریخی مطالعہ کا بھی شوق رکھنے کی وجہ سے میرے ہمذوق مولوی محمد الدین صاحب فوق جو اپنی کثیر التعداد نافع ملک و ملت تصانیف اور قومی و وطنی خدمت میں خموشی کے ساتھ مصروفیت وانہماک رکھنے کی وجہ سے پنجاب و کشمیر کے لئے مائہ ناز اور اپنی خوش خلقی و وضعداری کے سبب محبوب احبا ہیں اس عاجز کو اس امر کے لئے مجبور کرنے میں کامیاب ہوئے کہ غنی کشمیری کی نسبت ایک مضمون لکھکر اُن کی خدمت میں پیش کروں۔ چونکہ امتثال امر کے سوا چارہ نہ تھا لہذا اپنے عزیز بھائی مولانا تاجور ایڈیٹر مخزن کی ناراضی و خفگی کے مرتبہ کو اُن کی عفو و درگذر کے بلند مقام سے پست تر یقین کرتا ہوا (کہ یہ مضمون مخزن میں پورا ہونا چاہئے تھا) اپنے اُس مضمون کو جو فروری سنہ ۱۹۱۹ء کے مخزن میں چھپا تھا اس مضمون کا ایک جزو بنا کر حضرت فوق کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ؎

چمن آید بچمن بہر تماشائے بہار
بلبل آید بر بلبل بہ تمنائے غزل

والسلام

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

منزل لاہور ۲۷ مارچ سنہ ۱۹۱۹ء

مقالاتِ تمہیدیہ

(۱)

آج اپنے دوستوں کو غنی اور سخن غنی کے کلام سے روشناس کرانے کی کوشش کرتا ہوا سخت اندوہگین اور خون بجگر ہوں کہ مجھ غریب الوطن کا حلقۂ شناسائی لاہور شہر میں اس قدر محدود ہے کہ بہت سے مشہور و متداول تذکروں کو اس مضمون کی نگارش کے وقت اپنی چھوٹی سی میز پر موجود نہ کر سکا۔ چند تذکرے جن سے میں اپنی آنکھیں روشن کر سکا ہوں ان میں خزانۂ عامرہ تو غنی کا نام تک نہیں لیتا۔ آتش کدہ کا لائق و ذی علم مگر مغرور و بدمغ مؤلف صرف ڈیڑھ سطر میں غنی کا تذکرہ اور نمونۂ کلام سب کچھ ختم کر دیتا ہے۔ میر حسین دوست سنبھلی نے بھی اپنے تذکرہ حسینی میں غنی کا ذکر چند سطروں سے زیادہ نہیں

نہیں کیا۔ سراج الدین علیخاں آرزو کے تذکرہ مجمع النفائس اور مرزا محمد افضل سرخوش کے تذکرہ کا مختصر اقتباس دیوان غنی کے خاتمہ یعنی آخری صفحہ میں درج ہے جو حد سے زیادہ مجمل ہی۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب کا تذکرہ شمع انجمن بھی کوئی ایسی روشنی غنی کے حال پر نہیں ڈال سکا جس سے کوئی مفید علم حاصل ہو سکتا۔ اور کسی کی شکایت کیا کی جائے جبکہ مولانا شبلی رحمہ اللہ نے بھی اپنے قابل قدر تذکرہ شعر العجم میں ابو طالب کلیم اور طالب آملی کا ذکر تو کیا لیکن غنی کی طرف مطلق التفات نہیں فرمایا حالانکہ غنی کی شاعری کا مقام طالب اور کلیم کی شاعری سے اسی قدر زیادہ بلند ہے جس قدر کہ طالب و کلیم کی دنیوی دولت و ثروت کا مرتبہ چشم ظاہر بیں کے لیے بلند تھا غنی کی تحصیل علمی کا مرتبہ۔ غنی کی عمر۔ اخلاق و عادات کی خصوصیات۔ زندگی کے دلچسپ اور قابل تذکرہ واقعات۔ خط و خال۔ پوشش و لباس ذریعہ معاش وغیرہ باتیں تاریکی میں پہنچ گئی ہیں جن کا روشنی میں لانا آج جوئے شیر کے لانے سے بڑھ کر دشوار کام ہے۔ میں جو کچھ دوستوں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں وہ ایک قطرہ سے بڑھ کر نہیں جس سے مطلق پیاس نہیں بجھ سکتی۔ کاش کوئی اُٹھے اور غنی کو قبر سے اٹھا کر ہم سب کو اُنکی زیارت کرائے یعنی پیٹ بھر کر اُن کا حال سنائے۔ غنی کا حال سنانے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ کے ہندوستان و کشمیر کا وہ حال

جس سے غنی کی شاعری کا مرتبہ اور غنی کے اخلاق کا اندازہ کرنے میں آسانی ہو سمجھا یا جائے۔

(۳)

ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے ساتھ ہی فارسی زبان بھی آئی۔ فارسی کے ہمراہ فارسی کی شاعری بھی تشریف لائی۔ ہندوستان کے پہلے مسلمان حکمران خاندان کے عہد میں امیر خسرو جیسے زبردست شاعر ہندوستان کی آب وہوا میں پیدا ہو سکتے تھے جن کی اُستادی کا ایرانیوں کو بھی اقرار کرنا پڑا۔ تغلق خاندان کے عہد میں ہندوستان کی خاک نے فارسی زبان کے ایسے ایسے شاعر پیدا کئے کہ اُن کی مجلس میں بدر چاچ ایک معمولی شاعر تھا۔ محمد تغلق خود نہایت بلند مرتبہ شعر کہتا تھا۔ لودیوں کے عہد حکومت میں ہندوؤں نے بھی یہاں تک ترقی کی کہ فارسی زبان کی شاعری میں درجہ اُستادی کو پہنچنے لگے۔ سکندر لودی رحز خود اچھے شعر کہہ سکتے تھے انہیں کے زمانہ میں پنڈت ڈونگرمل ایک شاعر تھا جس کا مطلع ہے ؎

دل خوں نشدے چشم تو خنجر نشدے گر
رہ گم نشدے زلف تو ابتر نشدے گر

بابر ہندوستان میں آیا تو ایرانی شاعر بھی ہمراہ لایا۔ آتشی قندھاری کا جو بابر کے ہمراہ ہندوستان آیا تھا مطلع ہے ؎

شکر رفتہ رفتہ بے تو دریا شد تماشا کُن
بیا در کشتیٔ چشم نشین و سیرِ دریا کُن

اکبر کے زمانۂ حکومت سے شاہجہان کی وفات تک سو برس کے عرصہ میں فارسی شعراء کی تربیت و پرورش اور فارسی شاعری کو نشو و نما دینے کا کام سلطنت نے اپنے ضروری کاموں میں شمار کیا یہی سو برس ہندوستان کیلئے ایسے گزرے ہیں کہ ملک کا امن و امان۔ جاہ و حشم کی ریل پیل عیش و عشرت کی فراوانی اور تمام وہ سامان جو شاعری کی پرورش کے لئے ضروری ثابت ہو سکتے ہیں سب موجود و مہیا تھے۔ اسی شاعروں والی صدی کے ابتدا میں اکبر نے ملک الشعراء کا عہدہ تجویز کیا اور اسی صدی کے خاتمہ پر عالمگیر علیہ الرحمۃ نے ملک الشعراء کے عہدہ و منصب کو اُڑا دیا۔ کہا جا سکتا ہے کہ اس صدی میں ہندوستان کے اندر فارسی زبان کے شعراء کا دڑبا کھل گیا تھا۔ باوجود اس کثرت کے شاعروں کی حد سے زیادہ عزت اور قدر کی جاتی تھی۔ شاعروں پر رات دن انعام و اکرام کی بارشیں ہوتی تھیں۔ پادشاہ خود بھی شعر کہتے تھے بعض اوقات شاہی دربار مجلس مشاعرہ بن جاتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک ایک شعر کے عوض شاعر کو اس قدر دولت مل جاتی تھی جو آج کسی ڈپٹی کلکٹر کو چھ مہینہ کی تنخواہ میں بھی نہیں مل سکتی۔ شاعروں کی سفارشیں ہمیشہ درباروں اور سرکاروں میں کامیاب

ثابت ہوتی تھیں۔ بڑے بڑے صوبہ دار بڑے بڑے عالیجاہ امرا شاہی عتاب کی زد میں آکر تباہ و برباد ہو جانے کے خطرہ سے محفوظ نہ تھے۔ لیکن شاعر عموماً عتاب شاہی سے محفوظ رہتے تھے۔ جبکہ شاعروں کی احترام و عزت۔ اُن کی خوشحالی و بلند اقبالی اپنے انتہائی عروج و کمال کو پہنچی ہوئی تھی اور ملک میں ہر طرف مال و دولت کی نہریں بہ رہی اور عیش و عشرت کی لہریں ہونہار جوانوں کو شاعری کی طرف بہائے لئے جا رہی تھیں اُسی زمانہ یعنی عہد شاہجہانی میں غنی کشمیری نے ہوش سنبھالا اور زور سخن کے ذریعہ گوشۂ گمنامی سے سر باہر نکالا۔ لیکن یہ معلوم ہو کر لوگوں کو حیرت ہوگی کہ غنی نے جاہ و منصب اور مال و دولت کو ہمیشہ نہایت ہی نفرت کی نظر سے دیکھا۔ غنی کی شاعری کا اُن کے ہمعصر و ہمرتبہ شاعروں کے کلام سے مقابلہ تو آگے چل کر کیا جائے گا۔ اس موقع پر اس شاعروں والی صدی کے چند مشہور و نامور شعراء کے منتخب کلام پر ایک غلط انداز نظر ڈالنی خالی از لطف نہ ہوگی

(۳)

ہر ایک شاعر کا صرف ایک ایک یا دو دو شعر اس طرح انتخاب کرتا ہوں کہ شاعر کے درجۂ شاعری اور رنگ کلام کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ میں اس بات سے واقف ہوں کہ صرف ایک دو شعر سے کسی کے کلام کی تمام خصوصیات

کا ہرگز اندازہ نہیں ہو سکتا مگر چونکہ غنی کا تذکرہ لکھنا مقصود ہے لہذا اوراق میں اس حصہ مضمون کو زیادہ جگہ نہیں دی جاسکتی بنابریں میں نے اس مختصر انتخاب کے لیے زیادہ محنت اور زیادہ وقت کا صرف کرنا گوارا کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس قدر چھوٹے سے چھوٹا اور صحیح انتخاب مجھ جیسی قابلیت کا آدمی اس سے بہتر نہیں کر سکتا۔

جمال الدین عرفی شیرازی

میروی با غیر و می گوئی بیا عرفی تو ہم ۔۔۔ لطف فرمودی برو کیں پا ز رفتارم نیست

عرفی بجال نزع رسیدی و مژدہ ہی ۔۔۔ شرمت نیامد از دلِ اُمیدوار دوست

کفرانِ نعمت گلہ مندانِ بے ادب ۔۔۔ در کیش من ز شکر گدایانہ بہتر است

کشادم دام بر گنجشک و شادم یاد آں ہمت ۔۔۔ کہ گر سیمرغ می آمد بدام آزاد میکردم

حکیم ابوالفیض فیضی فیاضی

محتسب بگذر ز من تا چند آزاری مرا ۔۔۔ چشم من از گریہ سرخ و مست پنداری مرا

فلک از ہجر و بہایت نمیگویم کہ بر گردی ۔۔۔ شب وصل است می ترسم کہ آہستہ تر گردی

چشمے کہ تو فیضی برخِ دوست کشوی — باید کہ بآں چشم نہ بینی دگراں را

محمد حسین نظیری نیشاپوری

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم — کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

گرچہ میدانم قسم خوردن بجانت خوب نیست — ہم بجان تو کہ یادم نیست سوگند دگر

عبد الرحیم خانخاناں

مرا فروخت محبت و لے نمی دانم — کہ مشتری چہ کس است و بہائے من چند است

بابا فغانی شیرازی رح

آلودہ شراب فغانی بخاک رفت — آہ ار بلا نکش کفن تازہ بو کنند

دلے می باید و صبرے کہ آرد تاب دیدارش — فغانی گر دلے داری تو باش اینجا کہ من رفتم

حزنی اصفہانی

تو شرط یاری و رسم وفاداری نمی دانی — ہمیں دل می توانی برد و دلداری نمی دانی

مرا بر سادہ لوحی ہائے حزنی خندہ می آید — کہ عاشق گشتہ و چشم وفا از یار ہم دارد

میرزا ملک قمی

گیرم کہ ز قید قفس آزاد کنندم — کو قوتِ پائے کہ توانم بچمن رفت

بیا ساقی شب عید است فکر عیدی ہی کن ز آتش برگ ماہ نو چراغ بادہ روشن کن

غزالی مشہدی

اے غزالی گریزم از یارے کہ اگر بد کنم نکو گوید
من وآں سادہ دل کہ عیب مرا ہمچو آئینہ روبرو گوید

قاسم کاہی

زخضر عمر فزون ہست عشقبازاں را اگر ز عمر شمارند روز ہجراں را

میرزا اسد اللہ خاں غالب اسی مضمون کو اُردو میں اس طرح فرماتے ہیں ؎

کب سے ہوں کیا بتاؤں جہانِ خراب میں شبہائے ہجر کو بھی رکھوں گر حساب میں

سہیلی ہروی

میرم ز بزند نگاہم رشک می آید کہ تو خوباں بیداد ہا داری کہ با من کردۂ

حیاتی گیلانی

کوئے عشق است ایں سر بازار نیست لب بہ بند این جا زباں درکار نیست

شکیبی اصفہانی

درد است متاعم نہ طرب نرخ چہ پرسی دانم کہ تو نستانی و من ہم نفروشم

صبوحی چغتائی

شکم رفتہ رفتہ ہے تو دریا شد تماشا کن بیا در کشتی چشم نشین و سیرِ دریا کن

محوی همدانی

صد تجربه و صد آزمون در کار است / صد عقل برای یک جنون در کار است

تو طالع ارجمند داری بگذر / کاینجا همه بخت واژگون در کار است

مشفقی بخاری

بکوشش رفتم و دریای دل خاری شکست آنجا / بحمد الله که تقریبی شد از بهر نشست آنجا

صالحی

مرا گویند بیدردان سخن دستی بدامانش / مرا دستی اگر بودی گریبان پاره میکردم

میر یحیی کاشی

برو زرد و غم دوری ز یار و آشنا بهتر / چو عضوی درد مند افتاد از اعضا جدا بهتر

بجنگ ناصح آور یارب آن ترک سپاهی را / که بنماید باو دل بردن خواهی نخواهی را

دوا یکیست بدار الشفای میکده ها / ز هر مرض که بنالد کسی شراب دهند

هلالی اصفهانی

ای که می پرسی ز مژگان راه را منزل کجاست / منزل او در دل است اما ندانم دل کجاست

میر نظام

من نمی گویم نصیب مدعی هجران شود / آنچه با ما دوریش باشد نصیبش آن شود

غبارے گر نشنید از رہ آں نازنین بمن　　بود باد صبا را منت بوئے زمیں برمن

میر وحید

ز زخم تیغ نمیرم ولیک می ترسم　　کہ زندہ مانم و گردی تو شرمسار از من

میرزا واعظ

ایں قدر فیضے کہ من از بیزبانی بردہ ام　　ترسم آخر شکر خاموشی کند گویا مرا

غازی خاں قاری

گریہ ام گر سبب خندۂ او شد چہ عجب　　ابر ہر چند کہ گرید رخ گلشن خندد

طالب آملی

لب از گفتن چناں بستم کہ گوئی　　دہن برچہرہ زخمے بود بہ شد

نالۂ مرغ چمن گم کردہ سیر آہنگ نیست　　واگذارید اے نواسنجاں بجاموشی مرا

مردم ز رشک چند بہ بینم کہ جام مے　　لب بر لبش گذارد و قالب تہی کند

اہلی شیرازی

عجب کہ شمع شبے در سرائے من سوزد　　من آں نیم کہ کسے از برائے من سوزد

مرزا احسن بیگ رفیع

دل دیوانہ خود را بزلف یار می بندم　　اگر عاشق شدن کفر است من زنار می بندم

میر حیدر معمائی رفیعی

نمی دانم چه سازم آه با جانِ غیور خود	که بهر دیدنش می میرد و سویش نمی بیند

سلطان علی بیگ رہی

فضائے کنج قفس دل نشینم افتاد است	وگرنہ در ہمہ جا آب و دانہ بسیار است

خصالی کاشی

ز بیم غمزہ اش نادیدہ روے بینم و ترسم	چو شخصے کز چمن گل چیند و از باغباں ترسد

حسن خان شاملو

صد باغ و بزم چشم براہ من است و من	دست جنوں گرفتہ بویرانہ می روم

حکمت قمی

رم می کند از بسکہ ز تمثال خود آن شوخ	از عکس رخش تا بر خش راہ دو ماہ است

سید حسین خالص

دیوانہ براہے رود و طفل براہے	یاران مگر ایں شہر شما سنگ ندارد

مولانا اُمیدی رازی

کاش گردوں از سرم بیروں برد سودائے تو	یا مرا صبرے دہد چندانکہ استغنائے تو

ابو طالب کلیم

از پئے راہ فنا ساماں ندارم ورنہ من	خویش را می سوزم ار انگشت خس باشد مرا
ترک سر کردم کہ از مردم نہ بینم درد سر	از نفس بیزارم ار یک ہمنفس باشد مرا

کار عالم گر ہمیں آزار من باشد کلیم　　ناکسم ناکس اگر کار سے بکس باشد مرا

حاجی محمد جان قدسی

در بزم وصال تو بہنگام تماشا　　نظارہ زجنبیدن مژگان گلہ دارد

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار　　گلچین بہار تو ز دامان گلہ دارد

خیز قدسی بعد ازیں در قید ایں کشور مباش　　مدتے بودی گرفتار وطن دیگر مباش

عنایت خاں ولد ظفر خاں آشنا

بنشیں بگوشہ اگر آزردہ زخلق　　پائے شکستہ تو بجائے نرفتہ است

محمد قلی سلیم

بعیش آباد ہندوستاں غم پیری نمی باشد　　کہ مو نتواند از شرم کمرہا شد سفید آنجا

تواں از دانہ ہائے سبحہ دانست　　کہ در لہا را ابد لہا ہست راہیست

اسلام خاں صوبہ دار کشمیر

بے تو شامم تا بروز ماشبیخوں میزند　　مردم چشمم ز گریہ غوطہ در خوں میزند

دستہ پیدا کن اے صحر کہ امشب از غمش　　لشکر آہ من از دل خیمہ بیروں میزند

ظفر خاں صوبہ دار کشمیر

ہر علم بکوئے تو امید وار می آید　　نگار دار کہ روزے بکار می آید

مرزا صائب اصفہانی

طفل را اندوہ راحور بہشت و جوئے شیر
زشتی زال جہاں بر ناقصاں معلوم نیست

دل بہ ہر عمر مستعجل کہ اسپ تند را
نیست مانع اندو دیدن پا فشردن در رکاب

مرزا جلال اسیر

حدیث درد عشق ما بنام دیگراں گویند
بایں تقریب شاید بشنود افسانۂ ما را

بعالمے نہ ہم ذوق مے پرستی را
شکستہ دل نکنم گریہ ہائے مستی را

رخصت طوفاں دہم گر اشک عالمگیر را
گم کنا رچوں موج دریا رشتۂ تدبیر را

دل کہ بے آہست خواہم از نظر افگندنش
بر بیاباں بہر چہ بندم ترکش بے تیر را

شیخ محمد محسن فانی اُستاد غنی

از بسکہ دل زدامن تر آب می خورد
مے می کند قصور اگر آب می خورد

پیوستہ گرم سرو جہاں در پئے ہم است
شب ہر کہ بادہ خورد و سحر آب می خورد

در مجلس شراب ز ما غش نمی خورد
فانی بجائے بادہ مگر آب می خورد

(۴)

اس ایک صدی میں فارسی شاعری نے وہ ترقی کی کہ اس کے بعد ترقی

کے لیئے کوئی دلچسپ اور قابلِ دید تذکرہ میدان باقی نہ رہا۔ زبان کی شستگی و شیرینی۔ اندازِ بیان کی دل نشینی۔ ترجمانیٔ جذبات کی نزاکت و دل فریبی۔ خیالات کی بلند پروازی۔ مضامین جدید کے تجسس میں موزونی اور وجدان سلیم کا پاس و لحاظ۔ استعارات کی خوبی تشبیہات کی برجستگی۔ غرضکہ ہر قسم کے تمام وہ محاسن جن کا کسی خوش حال اور فارغ البال ملک کی شاعری سے تعلق ہو سکتا ہے فارسی شاعری میں موجود ہو گئے۔ ہندوستان میں اکبر و جہانگیر و شاہجہان نے۔ ایران میں صفوی سلاطین یعنی طہماسپ و عباس وغیرہ نے فارسی شاعری کی آبیاری میں چاندی سونے کے مضروب ٹکڑوں کو پانی کی طرح بہایا اور شاہانہ عزم و ہمت کا ایسا زور لگایا کہ ہندوستان و ایران کے تمام قابلِ تعریف دماغ شاعری کی ہر ہفت و آرایش میں مصروف ہو گئے کیونکہ ذرا ذرا سی کاوشوں کے صلہ میں روپیوں اور اشرفیوں کے بڑے بڑے انبار سمیٹے جا سکتے تھے۔ ایک مرتبہ کلیم کا کوئی قصیدہ یا مطلع سُنکر شاہجہان نے اُس کو چاندی میں تلوایا تو کلیم کے وزن میں ساڑھے پانچ ہزار روپئے چڑھے۔ مرزا صائب نے ایران سے نواب جعفر خاں کی خدمت میں یہ شعر لکھکر بھیجا ؎

دوردستاں را باحساں یاد کردن ہمت ست
ورنہ ہر نخلے بپائے خود ثمر می افگند

جعفر خاں نے پانچہزار اشرفیاں اس ایک شعر کے عوض میں بھجوائیں ایران وہندوستان دونوں ملکوں میں امن وامان تھا عیش وعشرت کے سامان مہیا تھے۔ اسی لئے اس صدی میں کوئی فردوسی یا نظامی پیدا نہیں ہوسکتا تھا نہ کسی حکیم ثنائی اور سعدی کی گنجائش تھی۔ مذکورہ بالا انتخاب میں نمایاں طور پر یہ بات نظر آتی ہے کہ عاشقی معشوقی کی باتیں۔ وصل وہجر کے قصے۔ راز ونیاز۔ شکوہ وشکایت وغیرہ عشق مجازی کے تمام لوازمات مخصوصات بڑی خوبی اور شوق کے ساتھ ادا کئے جاتے تھے۔ شاعروں کے لئے عشق ومحبت سے بڑھکر کوئی دلچسپ موضوع نہ تھا۔ اگر زبان کی خوبیوں سے قطع نظر کیجائے تو اس معراج کمال کو پہنچی ہوئی شاعری سے کوئی مفید ملک وقوم سامان ستیاب نہیں ہوسکتا اور کہا جاسکتا ہے کہ عشق ومحبت کی لے اس قدر بڑھ گئی کہ بالآخر وہی عاشقی معشوقی کی بیماری آج تک تپ دق بنی ہوئی ملک وقوم کے بہت سے قیمتی دماغوں اور قابل قدر دلوں کو ماؤف بنا رہی ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں شاعری اور عاشقانہ طرز ادا کے قومی تعلق سے انکار کررہا ہوں بلکہ میرا مدعا یہ ہے کہ شاعری کی تمام تر طاقت منجملہ بہت سے موزوں مصرفوں کے صرف ایک ہی مصرف میں صرف کردی گئی جسکی وجہ سے تصوف۔ اخلاق۔ تاریخ وغیرہ تو تشنہ رہ گئے اور عشق ومحبت کے جذبات ترقی کرتے کرتے بلائے جان بن گئے۔ عاشقانہ مضامین

کے سوا دوسری چیز قصیدہ سرائی یعنی بادشاہوں اور امیروں کی خوشامد ہے
یہ مرض بھی عاشقی والے مرض سے کچھ کم ضرر رساں نہیں ہے۔ اس خوشامد
و چاپلوسی کے مرض نے شاعروں کی حمیت و خودداری کو بالکل فنا کر دیا۔
اس صدی کے بعد جو لوگ پیدا ہوئے اُن کی تربیت و تہذیب کے لئے
خانخاناں ابو الفتح۔ جہانگیر۔ ظفر خاں وغیرہ جیسے قدردان و سخن شناس نقاد
موجود نہ تھے لہذا وہ نہ زبان میں کوئی ترقی کر سکے نہ مضامین میں کوئی
دلفریب اسلوب پا سکے۔ پُرانے مضامین کو نیا لباس پہنانے اور ہوا
میں گرہ لگانے یعنی خیال بندیوں میں اُلجھکر رہ جانے کے سوا اور کچھ نکر سکے
ان میں بعض خوش گو ضرور ایسے بھی پیدا ہوئے جو مدح کے قابل ہیں لیکن
اُن کی کسی نے بات بھی نہ پوچھی ÷

ہاں! تو مجھ کو یہ بتانا منظور ہے کہ اکبر و جہانگیر و شاہجہان والی صدی
(جو فارسی شاعری کے لئے مخصوص صدی ہی) کے آخری حصہ میں کہ فارسی
شاعری کے انتہائی عروج و ترقی کا زمانہ تھا غنیؔ پیدا ہوئے۔ آگے چل کر
معلوم ہوگا کہ غنیؔ نے نہ کسی امیر و وزیر سے کوئی صلہ و انعام حاصل کیا نہ
کسی سلطان و بادشاہ کے دربار میں پہنچنے کی کوشش کی۔ نہایت افلاس و
آزادی و خودداری کی حالت میں زندگی بسر کی۔ فارسی شاعری میں وہ
کمال پیدا کیا اور عشقیہ مضامین سے جو حد سے بڑھکر شاعری بالخصوص

صنف غزل کے لئے عیب بن گئے تھے بہت کچھ محترز رہکر وہ دلچسپ وبے ضرر پیرایہ اختیار کیا کہ آج بھی اس نئی روشنی کے زمانہ میں لوگ غنیؔ کا کلام پڑھتے ہیں اور سر دُھنتے ہیں - نہ غنیؔ کے ہمعصر شعراء میں کوئی غنیؔ کا ہمسر ہوسکا نہ غنیؔ کے بعد آج تک کوئی اُن کے طرز خاص کی تقلید کرسکا پیشتر اس سے کہ غنیؔ کے کلام پر نظر ڈالی جائے اُن کے حالات زندگی جو کچھ معلوم و مہیا ہوسکے ہیں پیش کرتا ہوں - وباللہ التوفیق -

مولانا محمد طاہر غنیؔ کشمیری

خواجہ محمد اعظم شاہ مصنّف تاریخ کشمیر اور نواب صدیق حسن خاں صاحب مصنف تذکرہ شمع انجمن کی روایت کے موافق غنیؔ کشمیر کی مشہور قوم اشائی سے تعلق رکھتے تھے غنیؔ کی تاریخ تولد اور عمر کسی نے بیان نہیں کی سال وفات بالاتفاق ۱۰۷۹ھ بیان کیا جاتا ہے مرزا محمد افضل سرخوش اور دوسرے تذکرہ نویسوں کے بیان کے موافق غنیؔ نے عین عالم شباب میں وفات پائی - اس لئے مکرمی مولوی محمد الدین صاحب فوقؔ کا یہ بیان (جو اُن کی کتاب مشاہیر کشمیر میں مسطور ہے) بالکل درست اور قرین قیاس ہے کہ غنیؔ ۱۰۴۰ھ یعنی شہاب الدین شاہجہان کی تخت نشینی کے تیسرے سال پیدا ہوئے - غنیؔ نے ۱۰۶۰ھ میں مشق سخن شروع کی کہ اُس وقت

عمر بیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ سرخوش کی روایت کے موافق غنی تخلص اسلئے اختیار کیا کہ اس سے مشق سخن یعنی شاعری کی ابتدا کا سال ۱۰۶۰ھ برآمد ہوتا ہے۔ اس طرح شاعری کا زمانہ اُنیس ۱۹ سال سے زیادہ نہیں ہے۔ اس اُنیس سال کی مدت کو تمام تذکرہ نویس غنی کے کلام کی رفعت و پختگی کے مقابلہ میں بہت ہی قلیل مدت قرار دیتے ہیں۔ نواب صاحب بھی شمع انجمن میں فرماتے ہیں "چوں طبع بلند داشت در کمتر روزگار حیثیتے شائستہ بہم رسانید وآخر بغواصی بحر سخن اُفتاد و جواہرے کہ بنقد جاں تواں خرید بیروں آورد"۔ تمام تذکرہ نویس اس بات پر متفق ہیں کہ غنی محسن فانی کے شاگرد ہیں لیکن یہ کوئی نہیں بتاتا کہ یہ شاگردی شاعری ہیں تھی یا دوسرے علوم مروّجہ میں قیاس چاہتا ہے کہ دوسرے رسمی علوم بھی سب محسن فانی ہی سے حاصل کئے ہوں اور اُنہیں کے فیض صحبت سے شاعری کا شوق بھی پیدا ہو گیا ہو شیخ محمد یعقوب صیرفی کشمیر کے ایک ذی علم اور جامع الکمالات بزرگ اور عہد اکبری کے ایک زبردست شاعر تھے محسن فانی اُن کے بھتیجے نہایت طباع و ذہین عالم اور اوسط درجہ کے شاعر تھے۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اُس زمانہ میں امرا و سلاطین شاعری کی کیسی قدر کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ ان دونوں چچا بھتیجے کو علم و فضل کے ساتھ شاعری کی طرف بھی توجہ کرنی پڑی محسن فانی کے کلام کا نمونہ اوپر پیش ہو چکا ہے۔ صیرفی کشمیری

کا کلام بھی ملاحظہ ہو ؎

ہم ز دل ز دیدہ صبر و ہم دل دیوانہ را ــــ دزد من با خانہ می دزدو متاع خانہ را
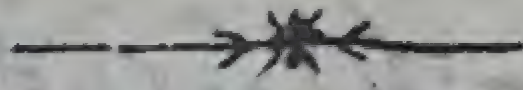
ز ضعف تن عجب حالیست بیمار محبت را ــــ کہ نتواند کشید از ناتوانی بارِ صحت را

محسن فانی کا اکابر کشمیر میں شمار ہوتا ہے۔ اُن کی شہرت علمی نے دارا شکوہ کو اُن کا مشتاق ملاقات بنایا۔ چنانچہ کچھ دنوں شہزادہ ولیعہد کی مصاحبت میں رہے اُس کے بعد کشمیر کے قاضی القضات مقرر ہوئے۔ اس حالت میں بھی درس تدریس کا سلسلہ برابر جاری تھا کشمیر میں اُن کے سیکڑوں شاگرد تھے مگر ایک شاگرد یعنی مولانا محمد طاہر غنی ایسے ہوئے کہ اُن کی عظمت وشہرت کے آگے دوسرے شاگردوں کے نام فنا ہوگئے حتّٰی کہ خود اُستاد کا نام بھی غنی کے طفیل لوگوں کی زبان پر آجاتا ہے ورنہ فانی کو آج اُس جہان فانی میں کون جانتا ۔

جب اس بات پر غور کیا جاتا ہے کہ غنی نے اپنی شاعری کی اس قلیل مدت میں ایک لاکھ سے زیادہ اشعار لکھے تو معلوم ہوتا ہے کہ شاعری کے بعد کسی دوسرے علم وفن کی طرف طالبعلمانہ توجہ نہ رہی ہوگی اور صرف بیس سال کی عمر تک ہی تحصیل علم کا موقع ملا ہوگا لیکن ایک طرف کلام کے دیکھنے سے غنی کے ذی علم اور صاحب استعداد ہونے کا حال معلوم ہوتا ہے

دوسری طرف یہ معلوم ہو کر اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ جب کبھی شیخ محسن فانی کو کوئی ایسا مشکل علمی مسئلہ پیش آتا کہ جس کو وہ خود حل نہ کر سکتے تو غنی سے استفسار فرماتے اور غنی اُس کو حل کر دیتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ غنی جس طرح شاعری میں اپنے اُستاد سے بہت زیادہ بلند مقام پر پہنچ گئے تھے اسی طرح علم و فضل میں بھی رتبہ عالی رکھتے تھے۔ حاجی محی الدین مسکین اپنی کتاب تحائف الابرار فی ذکر الاخیار میں غنی کے بھائی محمد زمان نافع کی نسبت لکھتے ہیں کہ "آداب طریقت باطنی از برادر خود ملا طاہر غنی حاصل نمودہ" اس سے ثابت ہوا کہ غنی اہل باطن اور صاحب ارشاد بزرگ تھے اور سلوک و طریقت میں اُن کو مرتبہ بلند حاصل تھا کیونکہ ان کے بھائی محمد زمان شاعری میں تو محسن فانی کے شاگرد تھے لیکن تصوف و طریقت میں غنی کے مرید ہوئے حالانکہ محسن فانی لوگوں کو مرید بھی کرتے تھے۔ یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ غنی محسن فانی کے مرید تھے یا کسی دوسرے بزرگ کے ہاں شاعری اور علوم ظاہری میں ضرور فانی کے شاگرد تھے۔ غنی کی پیدائش سے اُن کی وفات تک کے زمانہ میں کشمیر فارسی شاعری کے لئے سب سے بہتر اور بے نظیر مقام تھا۔ اس زمانہ کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے کشمیر کے صوبہ داروں کی فہرست پر بھی نظر ڈال لینی چاہئے۔

سنہ ۱۰۴۲ھ میں فارسی شاعری کا مشہور مربی احسن اللہ خان المخاطب ظفر خان

احسن تخلص اپنے باپ خواجہ ابوالحسن وزیر اعظم کی وفات پر حاکم کشمیر مقرر ہو کر آیا تو مرزا محمد علی صائب اصفہانی کو بھی ہمراہ لایا۔ صائب چند روز بعد ایران چلا گیا۔ ظفر خاں کے کلام کا نمونہ اوپر درج ہو چکا ہے۔ ظفر خاں آٹھ نو سال تک کشمیر کا حاکم رہا۔

سنہ ۱۰۵۰ھ کے آخر میں ظفر خاں کشمیر کی صوبہ داری سے تبدیل ہوا اور اُس کی جگہ شہزادہ مراد بخش حاکم کشمیر مقرر ہوا۔

سنہ ۱۰۵۲ھ کے شروع میں مراد بخش کشمیر سے رخصت ہوا اور اُس کی جگہ علی مردان خاں ناظم کشمیر مقرر ہو کر آیا۔

سنہ ۱۰۵۳ھ میں علی مردان خاں کشمیر سے علیحدہ ہوا اُس کی جگہ ظفر خاں دوبارہ ناظم کشمیر مقرر ہوا۔ شاہجہان کشمیر کی سیر کو آیا ملک الشعرا ابو طالب کلیم بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا۔ بادشاہ تو چند روزہ قیام کے بعد واپس چلا آیا۔ کلیم شاہجہان سے اجازت اور پنشن لیکر وہیں رہ پڑا۔ ظفر خاں اس مرتبہ چار پانچ سال حاکم کشمیر رہا۔

سنہ ۱۰۵۵ھ میں شاہجہان دوبارہ کشمیر گیا تو کلیم نے دو سو اشرفیاں معہ خلعت ایک قصیدے کے صلے میں پائیں۔

سنہ ۱۰۵۶ھ میں ظفر خاں کشمیر سے جدا ہوا اُس کی جگہ تربیت خاں پدر سیف خاں ناظم کشمیر مقرر ہوا۔ تربیت خاں نیک اندیش و خیر خواہِ ملک

تھا لیکن اُس کے زمانہ میں کشمیر پر قحط کا سخت حملہ ہوا ٭

سنہ ۱۰۵۸ھ میں تربیت خاں کشمیر سے جدا ہوا اُس کی جگہ حسن بیگ خاں حاکم کشمیر مقرر ہوا ٭

سنہ ۱۰۶۱ھ میں حسن بیگ خاں کشمیر سے جدا ہوا اُس کی جگہ علی مردان خاں دوبارہ حکومت کشمیر پر مامور ہوا۔ اسی سال کلیم نے کشمیر میں وفات پائی۔ اسی سال شاہجہان پھر کشمیر آیا تو ایک کشمیری شاعر فروغی قصیدہ لیکر پادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور ہزار روپیہ انعام لیکر اور بارہ روپیہ یومیہ روزینہ بھی مقرر کرا کر واپس ہوا ٭

سنہ ۱۰۶۸ھ میں علی مردان خاں کشمیر سے رخصت اور اُس کی جگہ اعتماد خاں ناظم کشمیر مقرر ہوا۔ اسی سال شاہجہان سلطنت ہند سے دست بردار ہوا۔ اسی سال شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ کشمیر آئے ٭

سنہ ۱۰۷۱ھ میں ابراہیم خاں پسر علی مردان خاں ناظم کشمیر مقرر ہوا ٭

سنہ ۱۰۷۳ھ میں اسلام خاں حاکم کشمیر مقرر ہوا۔ اسلام خاں پکا مسلمان اور اعلیٰ درجہ کا شاعر تھا۔ اصل نام ضیاء الدین تھا زہد و اتقا کے سبب پادشاہ نے اسلام خاں کا خطاب دیا تھا۔ اسلام خاں غنی کی بڑی قدر کرتا اور ہمیشہ غنی کی ملاقات کا مشتاق رہتا تھا۔ اسلام خاں نے اپنے مختصر زمانہ حکومت میں کشمیر کے اندر عالیشان مساجد اور مصرف خیر کی بہت سی یادگاریں چھوڑیں

جن میں کشمیر کا مشہور شہر اسلام آباد بھی شامل ہے۔ اسلام خاں نے آگرہ میں وفات پائی تھی ۔

۱۰۷۶ھ میں سیف خاں بسپرتہ بیت خاں ناظم کشمیر مقرر ہوا۔ اسی سیف خاں کے زمانہ میں غنی نے وفات پائی ۔

مذکورہ بالا تمام ناظمان کشمیر جو غنی کی زندگی میں یکے بعد دیگرے کشمیر میں حکمران رہے شاعری اور شاعروں کے بیحد قدردان تھے۔ مجالس مشاعرہ منعقد کرتے تھے شاعروں کا عزت و تکریم کے ساتھ استقبال کرتے۔ خود بھی شعر کہتے اور سناتے تھے۔ شاعروں اور امیروں کے مکان بھی طرحی مشاعروں کی مجلسیں گرم ہوتی تھیں۔ اوپر کلیم و فروغی کا حال بیان ہو چکا ہے شعرا پر ہر طرف سے مال و دولت کی بارشیں ہوتی تھیں اور وہ بڑی فارغ البالی و ثروت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ اس زمانہ کے کشمیر میں فارسی شعراء کی کمی نہ تھی۔ ابو طالب کلیم مرتے دم تک یعنی مسلسل چھ برس کشمیر میں رہا اس ملک الشعراء کی وجہ سے مجالس سخن میں اور بھی جان پڑ گئی تھی۔ کلیم کے علاوہ جو قابل تذکرہ شعرا اس زمانہ کے کشمیر میں موجود تھے اُن کی فہرست اس طرح ہے ۔

(۱) محمد قلی سلیم۔ اسلام خاں کا مصاحب خاص۔ کلام کا نمونہ اوپر گزر چکا ہے ۔

(۲) عنایت خاں آشنا تخلص پسر ظفر خاں صوبہ دار کشمیر غنی کا ہمعصر و ہم مشرب تھا۔ شاہی دربار میں منصب عالی اور خصوصی تقرب رکھتا تھا اعلےٰ درجہ کا شاعر تھا۔ کلام کا نمونہ اوپر گزر چکا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عالمگیر علیہ الرحمۃ نے سرمد کا حال معلوم کرنے کیلئے آشنا کو اس لئے بھیجا کہ آشنا خود اعلےٰ درجہ کا صوفی مشرب اور اہل دل عالم تھا۔ آشنا نے سرمد کو دیکھا تو لباس ظاہری اور کمالات باطنی سے عاری پاکر بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ؎

بر سرمد برہنہ کرامات تہمت است
کشفے کہ ظاہر است از و کشف عورت است

سنہ ۱۰۷۳ھ میں جب ظفر خاں کا انتقال ہو گیا تو عنایت خاں نے تمام منصب و مرتبہ و جاگیر چھوڑ کر بادشاہ سے اجازت حاصل کی اور کشمیر آکر فقیرانہ زندگی اور گوشہ نشینی اختیار کی حتیٰ کہ سنہ ۷۷ھ میں فوت ہو گیا۔

(۳) مولانا ذہنی نہایت متقی و پارسا شخص تھے۔ فن سخن میں پایۂ عالی رکھتے تھے ؎

یا پیغمبر نشاید برگزیدن جز چہار — حجت آں بشنو از ذہنی کہ باشد یادگار
از ملائک و ز کتب جز چار نگزیدست حق — کیں عدد مستحسن است از روئے معنی در شمار
نہر خلد و رکن کعبہ اصل طبع و فصل سال — ہیں چہار است و چہار است و چہار است و چہار

(۴) اوجی کشمیری زبردست شاعر اور صوبہ داران کشمیر کا روشناس حسینی ذی عزت شخص تھا نمونہ کلام ملاحظہ ہو:۔

بر ہر کہ بستۂ خم فتراک او بود — دانم یقین کہ روز جزا سرخرو بود

از بس خیال تو بدلم جا گرفتہ است — آہے کہ سر زند ز دلم مشکبو بود

(۵) حاجی محمد جان قدسی مشہدی۔ طالب کلیم کی طرح عمر کا آخری حصہ کشمیر میں گزارا وہیں فوت و مدفون ہوئے۔ فرماتے ہیں

رہِ فقر از رہِ کشمیر پیدا ست — کہ گام اول او ترک دنیا ست

ازیں راہ چوں تواں آساں گزشتن — کہ گام اول ست از جاں گزشتن

(۶) طغرائی مشہدی سخنوری و انشاپردازی میں بےنظیر تھا۔ مرزا ابوالقاسم کی ترغیب سے کشمیر آیا۔ ایک دکان میں ہستانہ وار پڑا رہتا تھا یہیں فوت ہو کر کشمیر کے قبرستان مزار الشعرا میں مدفون ہوا +

(۷) مولانا فصیحی صاحب دیوان۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو

آشفتہ ترانہ ماست بسے انجمنِ ما — بے نور شود شمع طرب از لگنِ ما

بر ناصیۂ غنچۂ ما نقش طرب نیست — شرمندہ برون رفتہ نسیم از چمنِ ما

نشگفتہ بماندیم بگلزارِ شہادت — پاشید مگر گرد غمے در کفنِ ما

از سوختن ما نشود ہیچ تسلی — خود بر سر لطف آمدہ پیماں شکنِ ما

(۸) میر الٰہی۔ ایران کے سادات میں سے تھا۔ شاہجہان کے دربار میں

مرتبہ تقرب و اختصاص رکھتا تھا جس وقت شاہجہان نے ظفر خاں کو کشمیر کی صوبہ داری پر مامور فرمایا تو سر دربار کہا کہ ظفر خاں سے ضمانت لینی چاہئے کہ باشندگان کشمیر کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کرے گا میر الٰہی نے جو اُس وقت دربار میں موجود تھا بیساختہ یہ مصرعہ پڑھا کہ ع

خدا ضامن رسول و چار یارش

پادشاہ سُنکر بہت خوش ہوا۔ ظفر خاں نے عرض کی کہ میر الٰہی کو میرے ہمراہ کشمیر جانے کی اجازت دی جائے۔ پادشاہ نے منظور فرمایا اس طرح میر الٰہی ظفر خاں کے ہمراہ کشمیر آیا اور کشمیر ہی میں فوت ہوا۔ غنی نے میر الٰہی کا قطعہ تاریخ وفات لکھا جو میر الٰہی کے رُتبہ سخنوری کی رفیع المکانی کیلئے ایک زبردست شہادت ہے۔ کتاب تذکرۃ الشعرا میر الٰہی کی تصنیف ہے۔ دو شعر بھی بطور نمونہ ملاحظہ ہوں ؎

چناں ارزاں متاع زندگی را امید ہم از کف   کہ گوئی کاروانِ عمر می آید زپس ما را

⟶✱⟵

یا الٰہی از الٰہی تو چہ پرسی در حشر   آنچہ او کرد تو دیدی وچہ گفتن دارد

(۹) مرزا ابو طالب کلیمؔ۔ نمونۂ کلام اوپر گزر چکا ہے۔ آئندہ بھی ذکر آئیگا۔

(۱۰) مولانا فہمیؔ۔ فہم و فراست بدرجہ کمال رکھتا تھا شاعروں میں فہنی اور فصیحی سے اس کا مقابلہ رہتا تھا۔ رباعی ؎

فکرِ سرِ زلفِ تو مرا بے سر و پا کرد	اندیشۂ پابوس تو ام پشت دوتا کرد
گفتم کہ بوصل تو رسم گر بوَدم عمر	نے وصل میسر شد و نے عمر وفا کرد

(۱۱) مولانا محمد صالح ندیم کشمیری۔ ذہنی کا شاگرد اور بدیہہ گوئی میں کمال رکھتا تھا۔ نمونۂ کلام ؎

از چشم فتنہ بارت صد جور یک اشارت	آرے برائے غارت ترک اوستاد باشد
از نفس و خصلت او دل کن ندیم یکسو	باور مکن کہ بدخو نیکو نہاد باشد

(۱۲) بدیعی۔ اعیانِ کشمیر میں شمار ہوتا تھا۔ تاریخ بدیعی کا مصنف ہے ؎

کم دہ شرابِ وصل کہ پُر شد ایاغ ما	روغن چناں مریز کہ میرد چراغ ما

(۱۳) خواجہ ہاشم منصبداران کشمیر میں شمار ہوتا تھا۔ رباعی ؎

یک ذرّہ اختیار در دستِ تو نیست	لیکن معقول فطرتِ پست تو نیست
تدبیر چو کعبتین و تقدیر چو نقش	در دست تو ہست لیک در دست تو نیست

(۱۴) قاضی محمد عارف بن قاضی ابوالقاسم بن مولانا جمال الدین سیالکوٹی ؎

خواہم کہ ازیں نشیب و پستی برہم	وز ننگ خودی و خود پرستی برہم
یک جرعہ ز جام نیستی نوش کنم	از کشمکش خمار ہستی برہم

(۱۵) محمد رفیع نام بینشی تخلص۔ حکام کشمیر کا میر منشی یا پیشکار عدالت تھا فن سخن میں مرتبہ عالی رکھتا تھا۔ ایک دوست کا گھر جل گیا تھا اس خبر کو سن کر بینشی نے یہ چند شعر لکھ کر بھیجے ؎

از سوزِ خاطرِ تو وجودم بریچ و تاب | آنجا فتاد آتش و اینجا شدم کباب
وقتیکہ شعلہ از در و بامِ تو سر کشید | کس آگہی نداد بایں دیدۂ پر آب
سر چشمہ زیر ہر مژۂ من ذخیرہ بود | از یک نگاہ خانۂ آتش شدے خراب
تا ایں خبر رسید بگوشم ز سوزِ دل | یک دم نگشت دیدۂ من آشنا بخواب
از سر نوشت ہیچ کسے را گریز نیست | ایں حرف انتخاب نمودم صد کتاب
ہر دم کہ عیشِ تلخ نماید سپہر دوں | بر بام کار شعلہ کند نور ماہتاب
باید ملال را نہی دہ بصحنِ دل | آخر کند تلافیٔ آتش ابو تراب

(۱۶) غلام رسول استغنا کشمیری ؎

فلک چرا کمرِ احتساب می بندد | سزائے بادہ پرستاں خدا بخواہد بود

(۱۷) خواجہ ضیاء الدین دیوانی پسر خواجہ ہاشم۔ نظم و نثر میں باپ پر فائق تھا ؎

مردم مجنوں زیاد گردِ ریشہ اند | خود را بہتر ز غیرِ خود اندیشند

(۱۸) محمد زمان نافع برادر مولانا محمد طاہر غنی شاگرد ملا محسن فانی۔ فنِ سخن میں یدِ طولیٰ حاصل تھا ؎

مگیر لذت دنیائے شور و شر زدہ را | مزاج زہر بود نعمت نظر زدہ را

یہ اور ان کے علاوہ اور بہت سے شاعر کشمیر میں موجود تھے۔ طرحی مشاعروں کی مجلسیں زور شور سے گرم ہوتی تھیں۔ کشمیر کی آب و ہوا فطری طور پر شاعری

کے لئے موزوں ہے اس زمانہ میں تو کشمیر کے ہر در و دیوار سے شاعری ٹپکی پڑتی تھی غنی جیسے ذہین و طباع نوجوان کا شاعری کی طرف ملتفت ہو جانا بالکل بیساختہ امر تھا چنانچہ غنی نے سنہ ۱۰۶۰ھ میں شاعری شروع کی اور سنہ ۱۰۶۱ھ میں کلیم نے کشمیر میں وفات پائی غنی نے قطعہ تاریخ وفات لکھا

حیف کز دیوار ایں گلشن پرید — طالبا آں بلبلِ باغِ نعیم
رفت و آخر خامہ را از دست داد — بے عصا طے کرد ایں رہ را کلیم
اشک حسرت چوں نمی ریزد قلم — شد سخن از مردن طالب یتیم
ہر دم از شوقش دل اہل سخن — چوں زبان خامہ میگردد دو نیم
عمرہا دریاد او زیرِ زمیں — خاک بر سر کرد قدسی و سلیم
عاقبت از اشتیاق یک دگر — گشتہ اند ایں ہر سہ در یکجا مقیم
گفت تاریخ وفات او غنی — طور معنی بود روشن از کلیم

اس قطعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ صرف ایک سال کی مشق کے بعد غنی کا کلام کس پایہ کا تھا اور ذہن و ذکاوت میں اُنکو کیا مرتبہ حاصل تھا۔ سنہ ۱۰۶۳ھ میں میر الٰہی شاعر نے وفات پائی تو غنی نے قطعہ تاریخ وفات لکھا

نیست دور از اثر صحبت او — کہ لب گور در آید بہ سخن
بر سرِ خاک وے ارباب زماں — جامہ پوشیدہ سیہ چوں سوسن
گفت تاریخ وفاتش طاہر — بُرد الٰہی ز جہاں گوئے سخن

مرزا صائب نے جب اصفہان میں غنی کا کلام سُنا تو بے اختیار غنی کی ملاقات کیلئے اصفہان سے چل کر دوبارہ کشمیر آیا بعض تذکروں میں لکھا ہے کہ صائب نے جب غنی کا یہ شعر سُنا کہ ؎

موئے میان تو شدہ کرالین　　　کرد جدا کاسہ سر ہا زتن

تو لفظ کرالین کے معنی دریافت کرنے کیلئے غنی کے پاس کشمیر آیا غنی نے صائب کو بتایا کہ "کرالین نام رشتہ ایست کہ کوزہ گراں کاسہ را از چرخ جدا میسازند" وہ بھی کیا زمانہ تھا کہ ایران کا ملک الشعراء صائب جو ایک مرتبہ کشمیر کے پُر جاہ وجلال فرمانروا فاتح تبت ظفر خاں کا ندیم خاص اور عزیز مہمان ہونے کی حیثیت سے کشمیر میں رہ چکا تھا اب دوبارہ صرف ایک لفظ کی تحقیق اور غنی کی ملاقات کیلئے اصفہان سے کشمیر تک کا سفر اختیار کرتا اور ایک زاہدانہ و درویشانہ زندگی بسر کرنے والے شخص یعنی غنی کا مہمان ہوتا ہے۔ میر حسین دوست سنبھلی کے بیان کے موافق جب صائب غنی کی ملاقات کیلئے کشمیر آیا تو غنی کا کلام ایک لاکھ اشعار سے زیادہ تھا جس کا منتخب غنی نے صائب کی خدمت میں پیش کیا۔ صائب نے جب یہ شعر پڑھا کہ ؎

حسن سبزے بخط سبز مرا کرد اسیر　　　دام ہمرنگ زمیں بود گرفتار شدم

تو بے اختیار بول اُٹھا کہ "کاش ایں ہمہ در تمام عمر خود گفتہ ام بغنی می بخشیدند"

وایں یک بیت حوالہ من میکروند"۔

ایک مرتبہ صائب کہیں سیر کو گیا تھا اُس کی بیاض پڑی ہوئی تھی ایک ارادتمند غنی کی خدمت میں حاضر ہوا اور صائب کی بیاض اُٹھا کر دیکھنے لگا اُس میں دیکھا کہ ایک شعر کا پہلا مصرعہ چاقو سے چھیلا ہوا ہے دوسرا مصرعہ اس طرح ہے۔ ع

کہ از لباس تو بوئے کباب می آید

مولانا غنی کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کا پہلا مصرعہ کیا ہونا چاہیئے؟ غنی نے بیساختہ فرمایا کہ ؎

کدام سوختہ جاں دست زد بداماںت   کہ از لباس تو بوے کباب می آید

اُس شخص نے بلا تکلف یہ مصرعہ بیاض میں لکھ دیا۔ جب صائب واپس آیا اور مصرعہ دیکھکر اصل واقعہ سے آگاہ ہوا تو کہا کہ "کاش کہ صائب دیوان یک مصرعہ می نگذشتے و تضمینش ملا غنی می کردے"۔

یہ بات اب بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ غنی کے لئے اگر وہ مال و دولت اور دنیوی جاہ و حشم کو اپنی خودداری کے عوض خریدنا چاہتے تو میدان نہایت وسیع تھا۔ وہ بلا تامل درباروں اور سرکاروں میں رسائی حاصل کر سکتے اور دولتمند بن سکتے تھے لیکن اُنھوں نے اپنے تخلص غنی کی رعایت سے تمام عمر اپنے آپکو ارباب دولت و حکومت سے بے نیاز

سکھا۔ محمد بدیع الزمان نصیر آبادی اپنے تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ "ملا محمد طاہر در تحصیل علوم سعی نمودہ باوجود حداثت سن در کمال بے تعلقی بودہ چشم بزخارف دنیا کہ در نظر عارف قدر برگ کاہی ندارد نکشودہ بعلت آں غنی معنوی ہم بود۔ چنانکہ خود گفتہ ؎

سعی نزدے بہ منی آرد مرا از جائے خویش آبرو چوں شمع میریزم دوے بر پائے خویش"

مرزا محمد افضل فرماتے ہیں کہ "می گویند تخلص خود را صفت ذات خویش ساختہ یعنی در بے دستگاہی بکمال جمعیت می گذارند"۔ غنی پیدائشی طور پر اپنا دل غنی لیکر آئے تھے۔ وہ عرفان اور خدا شناسی کے اس بلند مقام پر تھے جہاں سے دنیوی جاہ وحشم اور دنیا والوں کے خیل وخدم پر پشہ سے زیادہ بے حقیقت نظر آتے ہیں۔ ایک طرف کلیم وصائب کو دیکھئے کہ ایران سے ہندوستان کا احرام باندھ کر آتے اور امرا کی ڈیوڑھیوں پر قصیدہ خوانی کرنے کے بعد دربار شاہی تک رسائی پاتے ہیں دوسری طرف غنی کی حالت کو دیکھو کہ کمال سخنوری میں اپنے ہمعصروں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ جوانی کا عالم ہے جس میں ہر قسم کی آرزوئیں اور جاہ وجلال کی تمنا ہو سکتی ہے مگر وہ کسی بادشاہ یا امیر کی مدح سرائی کو ذلت سمجھتے اور اپنی بے دستگاہی وافلاس کی ایسی زندگی کو جس میں آزادی وبے نیازی برقرار رہے شاہی مقاربت ومصاحبت پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر عجیب بات سنو کہ شہنشاہ ہند حضرت

اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ غنی کا کلام سنتے اور اُن کے کمالات سے واقف ہو کر مشتاق ملاقات ہوتے اور اپنے وائیسرائے یعنی حاکم کشمیر سیف خاں کو لکھتے ہیں کہ مُلّا محمد طاہر غنی کو عزت و احترام کے ساتھ ہماری خدمت میں دہلی کی طرف روانہ کردو۔ سیف خاں غنی کو اپنے پاس بُلا کر خوشخبری سُناتا ہے کہ شہنشاہ ہند نے آپکو یاد کیا ہے غنی جانے سے انکار کرتے اور کہتے ہیں کہ پادشاہ کو لکھ دو کہ غنی دیوانہ ہو گیا ہے سیف خاں کہتا ہے کہ میں بھلا عاقل و فرزانہ کو دیوانہ کیسے کہہ سکتا ہوں غنی اسی وقت کپڑے پھاڑ کر دیوانوں کی طرح سیف خاں کے دربار سے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور تیسرے دن فوت ہو جاتے ہیں۔ مشاہیر کشمیر میں غنی کے متعلق ایک دلچسپ حکایت لکھی ہے کہ انہوں نے اپنے رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا حُجرہ بنا رکھا تھا وہیں بیٹھ کر فکر سخن فرماتے تھے ایک روز کوئی دوست ملاقات کو آئے تو حجرے کے دروازے کھلے پاتے مگر غنی کہیں نظر نہ آئے چنانچہ ناکام واپس چلے آئے دوسری مرتبہ پھر وہی دوست آئے تو حجرے کے دروازے بند پائے۔ دستک دی۔ غنی نے دروازہ کھولا اور دوست کو خوش آمدید کہا اُنہوں نے حیرت کے ساتھ استفسار کیا کہ میں ایک مرتبہ پہلے آیا تھا تو آپ نہ تھے اور کواڑ کھلے ہوئے تھے اب آپ موجود ہیں اور کواڑ بند تھے۔ غنی نے جواب دیا کہ متاع دکان تو میں

ہی ہوں جب میں نہ ہوں تو دروازہ بند کرنا بے سود۔ اب جبکہ میں موجود تھا
تو دروازہ بند ہونا ضروری تھا۔ شمع انجمن کے اس فقرہ سے کہ "مدۃ العمر در
شہر خود گزرانید" معلوم ہوتا ہے کہ غنی نے کبھی کوئی سفر نہیں کیا۔ غنی کی وفات
کے وقت محسن فانی زندہ تھے اُن کے دل پر اس نیر دوست اور باعث فخر
شاگرد کی جوانمرگی کا جو اثر ہوا ہوگا اس کو عبارت میں کون بیان کر سکتا ہے
مرزا جعفر معمائی کے ہمنشین اور میرزا محمد افضل سرخوش کے اُستاد محمد علی ماہر نے
یہ قطعہ لکھا ہے

چو واوش فیض صحبت شیخ کامل محسن فانی — غنی سر حلقۂ اصحاب او در نکتہ دانی شد
تہی چوں کرد بزم شیخ را گفتند تاریخش — کہ آگاہی سحرے دار بقا از دار فانی شد

ظفر خاں ناظم کشمیر کے بیٹے عنایت خاں کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ عنایت خاں
آشنا چونکہ تارک الدنیا ہو چکا تھا لہذا غنی اور آشنا کی اکثر ملاقات ہوتی رہتی
تھی ایک روز عنایت خاں نے اپنی مجلس میں کہا کہ جو شعر ایک مرتبہ پڑھنے
یا سُننے سے میری سمجھ میں نہ آئے وہ مہمل ہے غنی نے عنایت خاں کا یہ دعوے
سنا تو بہت ناپسند کیا اور فرمایا کہ میں اب تک یہی سمجھتا تھا کہ عنایت خاں شعر
کو سمجھ سکتا ہے لیکن آج معلوم ہوا کہ وہ شعر فہمی سے عاری ہے اس کے بعد
کبھی عنایت خاں سے ملاقات نہیں کی غنی جس طرح اپنے دوستوں کے
بیجا دعوؤں اور لن ترانیوں کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اسی طرح وہ امیروں

اور پادشاہوں کو جن کے ارد گرد ہمیشہ خوشامدی لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔ کبریائی کے کلمات بولتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ یہ آزادی وحریت کا دلدادہ اور اس زمانہ کی دنیا کا ایک عجیب و غریب قوی القلب انسان کبھی کسی پادشاہ کے دربار میں اپنے ضمیر کا خون کرنے کے لئے نہیں گیا اور اس شیر مثیبہ خودداری نے کسی امیر کبیر کے جاہ و جلال اور دولت و مال سے مرعوب ہو کر اپنا سر نہیں جھکایا۔ میں آج مسرور و خوشحال ہوں کہ مجھ کو ایک ایسے شخص کے حالات فراہم کرنے اور اس کے کلام پر نظر ڈالنے کا موقع ملا ہے جو اپنے ضمیر کے خلاف کچھ نہیں کرتا تھا۔ اور جس سے ملتا تھا صاف قلب اور پاک باطنی کے ساتھ ملتا تھا۔ اور میں خدا تعالے کا شکر ادا کرتا ہوں کہ بڑے بڑے عالیجناب ملک الشعرا مگر اپنی ضمیر کا خون کرنیوالے قصیدہ خواں۔ خوشامدی اور منافق شاعروں میں سے کسی کی سوانح عمری لکھنے میں میرا قلم آلودہ نہیں ہوا۔ صوبہ داران کشمیر میں اسلام خاں ایک سچا پکا مسلمان اور عابد زاہد شخص تھا اسی لئے غنی کو اسلام خاں سے کبھی ملنے میں کوئی باک و تامل نہ تھا اور یہی وجہ تھی کہ غنی جنہوں نے کبھی کسی پادشاہ یا صوبہ دار کی مدح میں کوئی قصیدہ نہیں لکھا تھا۔ اسلام خاں کے مرنے کی خبر سنکر آبدیدہ ہو گئے اور یہ قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے

حیف کز فوت قدوۂ امرا ۔۔۔ بہ سپر داغ شد نصیب سپاہ

تا کند فتح ملک باقی را | رخت بیرون کشید زیں خرگاہ
دو وزان آفتاب اوجِ کمال | مردمک شد نہ گریہ ابر سیاہ
جستہ از بسکہ برقِ آہ از دل | خرمن ماہ ماند یک پر کاہ
آنکہ داغ اند ماہ تا ماہی | ہمہ آزادہ دل گدا و شاہ
شد نفس نالہ در گلو ما را | ہمچو نے زیں مصیبتِ جاں کاہ
جست زیں مصرعہ از زبانِ غنی | مرد اسلام خان والا جاہ
۱۰۷۴ھ

کس قدر افسوس اور حسرت کا مقام ہی کہ ایسے غیور و خود دار شخص کی نسبت تاریخ جدولیہ میں یہ بے بنیاد اور سراسر خلاف واقعہ الزام لگایا گیا ہی کہ ۲۵ ؁ جلوس میں غنی نے شاہجہان کی خدمت میں قصیدہ پیش کیا اور ہزار روپیہ انعام پایا۔ تاریخ جدولیہ کے اس سفید بلکہ سیاہ جھوٹ سے غنی کی روح کو جو صدمہ پہنچا ہوگا۔ میرا فرض ہی کہ اس جھوٹ کی حقیقت ظاہر کروں اور غنی کی روح کو راحت پہنچاؤں۔ اوپر بیان ہو چکا ہی کہ ۱۰۶۱ھ ؁ میں شاہجہان کشمیر گیا اور فروغی شاعر نے آستانہ شاہی پر حاضر ہو کر قصیدہ کے صلہ میں ایک ہزار روپیہ انعام پایا۔ ۱۰۶۱ھ ؁ مطابق ہی ۲۵ ؁ جلوس شاہجہانی کے۔ تاریخ جدولیہ کے محرر نے فروغی کو غنی سمجھ لیا ممکن ہی کہ فروغی کی جگہ غنی کا نام ارادۃً نہ لکھا گیا ہو اور ممکن ہی کہ قصیدہ یا مثنوی کے صلے میں بادشاہ سے ہزار روپیہ حاصل کرنے کو کوئی

بڑے کمال اور خوبی کی بات سمجھ کر غنی کے حال پر مہربانی کی گئی ہو بہر حال حقیقت یہ ہی کہ غنی نے کبھی کسی پادشاہ کی شان میں کوئی قصیدہ نہیں لکھا اور کسی امیر سے کبھی کوئی امداد نہیں چاہی غنی کے غنائے ذاتی اور دوسرے اخلاق فاضلہ کا حال اُن کے کلام سے بھی ہویدا ہی غنی کے شاگرد مسلم نے ہم پر بڑا احسان کیا ہی اور وہ بیحد سپاس و شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے غنی کی وفات کے بعد جس قدر اشعار مل سکے فراہم کئے اور غنی کا دیوان ترتیب دیا جو آج کل چھپا ہوا بازاروں میں فروخت ہوتا اور ہر شخص کو دستیاب ہو سکتا ہی سراج الدین علی خاں لکھتے ہیں کہ مرزا صائب نے دو سو اشعار غنی کے انتخاب کر کے ایک بیاض میں لکھے تھے۔ وہ بیاض آرزو کے زمانہ تک موجود تھی بیر حسین دوست سنبھلی نے غنی کو "شاعر باہر نکفینی" لکھا ہی۔ مرزا محمد افضل سرخوش لکھتے ہیں "ملا محمد طاہر غنی صاحب طبع عالی بود و پایہ سخنوری را بدرجۂ کمال رسانیدہ از خطۂ کشمیر بلکہ از اقلیم ہند ہمچو او خوش خیال نازکبند بر نخواستہ و اکثر از معاصرین و متاخرین قایل بخوش کلامی او بودہ اند"[۱]

دیوان غنی پر ایک نظر

غنی کے کلام میں تغزل مضمون آفرینی ۔ فلسفہ ۔ معاملہ ۔ مثالیہ ۔ جدت استعارات ادائے بیان ۔ زبان ۔ اخلاق ۔ تصوف وغیرہ سب کچھ ہی لیکن مثالیہ یعنی

[۱] مولوی غلام علی آزاد بلگرامی نے بھی یہی الفاظ سرو آزاد میں غنی کے متعلق لکھے ہیں۔

ایک دعوے کرنا اور قانون فطرت یا مناظر قدرت سے اُس کی دلیل پیش کرنا غنی کا خصوصی امتیاز ہی۔ مولانا شبلی نے کلیم۔ سلیم۔ قدسی۔ صائب۔ غنی سب کو مثالیہ نگاری میں مشترک بتایا ہی۔ اگر مولانا ممدوح کے ارشاد کا یہ مفہوم سمجھا جائے کہ باقی چاروں شاعروں یعنی کلیم۔ سلیم۔ قدسی۔ صائب نے بھی مثالیہ لکھا ہی تو قابل تسلیم ہی لیکن آگے چل کر مولانا فرماتے ہیں کہ کلیم نے اس صنف کو بہت ترقی دی۔ اس میں مجھ کو کلام ہی کلیم۔ صائب۔ قدسی۔ غنی کے دیوان اس وقت میرے سامنے موجود ہیں قدسی کا دیوان قلمی ہی باقی تینوں دیوان مطبوعہ ہیں میں نے ان دواوین کو صرف مثالیہ کا مقابلہ کرنے کے لئے پُر غور نگاہ سے دیکھا ہی میں اپنی ناچیز قابلیت کے ذریعہ یہی فیصلہ کر چکا ہوں کہ کلیم اور غنی کے مثالیہ کو ایک اور سو کی نسبت ہی۔ کلیم کے دیوان میں تلاش کرنے سے بمشکل تھوڑے سے شعر ایسے مل سکتے ہیں جن میں صنعت تمثیل یا مثالیہ موجود ہو اور غنی کے دیوان میں تلاش کرنے سے بہت تھوڑے شعر ایسے ملتے ہیں جن میں مثالیہ موجود نہ ہو۔ کلیم کے مثالیہ میں دعویٰ اور دلیل دونوں خیالی ہوتے ہیں یا دعویٰ مطابق عقل ہوتا ہی۔ دلیل شاعرانہ خیالی ہوتی ہی غنی کا دعویٰ بھی فی نفسہ صحیح ہوتا ہی اور دلیل بھی مناظر قدرت اور قانون فطرت سے ایسی پیش کی جاتی ہی کہ سننے والا بے اختیار پھڑک اُٹھتا ہی اور دیر تک مزے لیتا رہتا ہی۔ کلیم کے کلام میں یہ بات نظر نہیں آتی

اس صنف خاص میں کوئی بھی غنی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اگر کچھ کچھ تتبع ہو سکا ہے تو مرزا صائب سے اور یہ غنی کی صحبت کا نتیجہ ہے۔ کلیم کے تین شعر جو اس کے دیوان بھر میں تمثیل کے بہترین شعر ہیں ملاحظہ ہوں ؎

با ستمگاران گیتی بد نمی گردد سپہر	عید قربانست دائم خانہ قصاب را

گریہ ہنگام جفائے روزگار از ابلہیست	عجز و زاری کے اثر در خاطر جلاد داشت

زبان بستہ باشکایت ز ناں گذشت سخن	چو طفل بستہ زبان گریہ ام بیان من ست

قدسی کا بھی ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

شائستہ تر بود ہمہ کس بمقام خویش	خاص از برائے گوش بود قدر گوشوار

صائب کا مثالیہ بھی ملاحظہ ہو ؎

نسازد روئے گرداں کثرت لشکر دلیراں را	نیستاں مانع از جولان جرأت نیست شیراں را
مگس را بے تردد عنکبوت آرد بدام خود	ید طولے است در تحصیل روزی گوشہ گیراں را

روزئی روشن دلاں را چشم زخمے لازم است	نیست بے خون شفق یک روز نان آفتاب

نیست ناقص با کمالے بہتر از اظہار عجز	دستگیر ناشنا در دست بالا کردن است

غفلت ارباب دولت راسبب در کار نیست | در بہاراں خوابہا مستغنی از افسانہ است
گفتگو با جاہلاں بے ادب از عقل نیست | ہر کہ می گردد طرف با کودکاں دیوانہ است

جواں از صحبت پیراں حصار عافیت باشد | بخاک و خوں نشیند تیر چوں از کماں گردد
ز فیض عشق دلہائے مخالف مہرباں گردد | ز آتش رشتہ ہائے شمع باہم یک زباں گردد

نیست ممکن بفسوں بدگہراں نیک شوند | کہ گرہ از دم عقرب نتواں واکردن

نیست مفلس را ز قرب اغنیا جز پیچ و تاب | رشتہ از گوہر ندارد بہرہ جز لاغر شدن

میرزا جلال اسیر کو اگرچہ مثالیہ گوئی میں کوئی شہرت و امتیاز حاصل نہیں تاہم اُس کا بھی ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

عشق اگر سوز د در آتش حسن او را باک نیست | شعلہ را پروائے جاں افشانیٔ خاشاک نیست

صائب و کلیم کے مذکورہ بالا اشعار جو مثالیہ کی بہترین مثال ہیں تلاش اور جستجو کے بعد انتخاب کیے گئے ہیں۔ اب غنی کے دیوان سے چند شعر نقل کرتا ہوں اہل نظر یقیناً اس بات کی گواہی دیں گے کہ ان منتخب اشعار سے ہر ایک شاعر کی مثالیہ نگاری کا جو مرتبہ اور نسبت قائم ہوتی ہے وہی نسبت ان کے دواوین کے بالاستیعاب مطالعہ سے قائم کرنی پڑتی ہے ؎

در نگر رستن مضمون رنگیں لطف نیست — کم نہ ہد رنگ از کسے بند و حنائے بستہ را

نصیبے نیست از اہل کرم برگشتہ بختاں را — کہ ہرگز پُر نسازد کاسۂ گرداب را دریا

مفلس نبرد بہرہ ز پہلوئے توانگر — کے تیر پر خویش دہد زاغ کماں را

ہر کہ پابند وطن شد مے کشد آزارہا — پائے گل اندر چمن دائم پُر است از خارہا

نیفتد کارسازاں را بکس در کار خود حاجت — بخاریدن نباشد احتیاجے پشت ناخن را

غنی از دولت دنیا نگردد عیب کس زائل — کہ زر نتواند از روئے محک بردن سیاہی را

بے نیازی از سخن ہرگز نباشد گوش را — سیر چشمی حاصل از نعمت نشد سرپوش را

ہر کس کہ داد تن بہ بلا ایمن از بلاست — ویراں کجا ز موج شود خانۂ حباب

بحث کج در طبع شاعر می خلد نے دخل راست — طاقت خار است ماہی را و تاب شست نیست

فیض سخن بہ مرد سخن گو نمی رسد   از نافہ بوئے مشک بہ آہو نمی رسد

رفیق اہل غفلت ہر کہ شد از کار مے ماند   چو پائے خفتہ پائے دیگر از رفتار می ماند

دنیا بزرگ باشد در دیدۂ غلط بیں   اندک بچشم احول بسیار می نماند

عاشق بفنا سیر ز معشوق نگردد   ماہی طلب آب کند گرچہ غذا شد

سرو گر زاہد خشک است رہبر بے تمیزاں را   کہ نابینا عصا را رہنمائے خویش می سازد

از تنزل پست فطرت را نباشد ہیچ باک   بیم افتادن نباشد ہر کہ باشد نے سوار

سوزِ عشق ما ز حرف سرد ناصح کم نشد   گرمیٔ آتش نے گیرد ز سرما برطرف

خاکساراں مدد از عالم بالا یابند   گرد را می کند از روئے زمیں باراں پاک

نیست شہرت طلب آنکس کہ کمالے دارد   ہرگز انگشت نما بدر نباشد چو ہلال

پائے من یک لحظہ جادہ رگوشۂ داماں نکرد　　گشت عمرم در سفر چوں رشتۂ سوزن تمام

خاکساران از بلاہائے آسمانی ایمن اند　　ماہیٔ زیر زمیں را کس نمے آرد بدام

زشعر من شده پوشیده فضل و دانش من　　چو میوۂ که بماند بزیر برگ نہاں

(یہ شعر بھی اس دعوے کی دلیل ہو کہ غنی کا مرتبہ علم و فضل میں بہت ہی بلند تھا)

حرص گر غالب شود خلوت گزینی مشکل است　　تشنہ چوں گردد زباں از کام می آید بروں

بنود بلند و پستی در شعر موشگافاں　　یکسانست باشد آرے انگشتہائے شانہ

شرف ذات بتقلید نگردد حاصل　　گاؤ خر را نکند خوردن گندم آدم

گر محبت در میاں آید تکلف گو مباش　　شیر مادر در حلاوت بے نیاز از شکر است

بود در اضطراب از اہل عالم ہر کہ کامل شد　　طپیدن در میان جملہ اعضا قسمت دل شد

زنہار ایمن مباش ای غافل از خشم حلیم　　چوں زمیں در جنبش آید خانہ ہا ویراں شوند

بہ تواضع ہائے دشمن تکیہ کردن ابلہیست　　پائے بوس سیل از پا افگند دیوار را

سنگیں دل ست ہر کہ بظاہر ملایم است　　پنہاں درون پنبہ نگر پنبہ دانہ را

نمود گل تواضع دشمن بجز گزند　　پا بوس تیشہ افگند از پا نہال را

نتواں برد ز دشمن بتواضع جان را　　قامت خم نہ رہاند ز اجل پیراں را

غنی کی قادرالکلامی اور بندش محاورات ہرگز ایرانیوں سے کم نہیں صائب اس بات کے لئے خصوصیت اور عام شہرت رکھتا ہے کہ اُس نے غنی کی سیکڑوں غزلوں پر غزلیں لکھی ہیں۔ صائب کی کسی غزل پر غنی نے غزل نہیں لکھی۔ لہذا غنی اور صائب کے موجودہ دیوانوں میں جو ہمطرح غزلیں موجود ہیں ان میں غنی کی غزلیں پہلے لکھی ہوئی اور صائب کی بعد میں لکھی ہوئی ہیں۔ صائب غنی کی وفات کے بعد بھی کئی برس تک زندہ رہا۔ صائب ایرانی تھا۔ دربار ایران کا ملک الشعرا تھا ظاہر ہے کہ اپنے خیال میں غنی سے بہتر ہی لکھتا ہوگا کیونکہ کسی شاعر کی غزل دیکھ کر اُس پر غزل لکھنے کے یہ معنی ہیں کہ اُس سے اپنی غزل بڑھ جائے ورنہ اساتذہ ہمیشہ اپنی غزل کو جو کسی کی پہلی لکھی ہوئی غزل سے اپنے نزدیک بلند مرتبہ نہ ہو جائے گی

کرو یا کرتے اور کسی کو نہیں سناتے او یہی وجہ ہی کہ زیادہ مشہور اور مسلم الثبوت اساتذہ کی غزلیں بہت ہی کم طرح کی جاتی ہیں پس صائب کی اُن غزلوں کا جو غنی کی غزلوں کی ہمطرح ہیں مضمون اور زبان وغیرہ کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہونا ضروری تھا مگر تعجب ہے کہ صائب کسی زمین میں بھی غنی سے بڑھ نہیں سکا۔ ہاں بعض غزلوں ہیں غنی کی ہمسری ضرور کرسکا ہی مثلاً ؂

صائب	غنی
ندارد با تعلق سود دست افشاندن از دنیا	ندارد رہ بگردوں روح تا باشد نفس در تن
کہ آزادی نرساند نیست مرغ رشتہ بر پا را	رسائی نیست در پرواز مرغ رشتہ بر پا را
قناعت کن بنان خشک تا دے آرزو گردی	بچشم آب دہ نگیے نیست خوان پادشاہاں را
کہ خوانہائے الوان است نعمتہائے الواں را	کہ دارد کاسۂ درویش نعمتہائے الواں را
زرہ سیم جہاں در پرده دارد عمر کاہی را	گل آمیزش منعم مداں جز داغ مہر و رمی
بقدر فلس زیر پوست باشد خار ماہی را	نسازد آب دریا سبز ہرگز خار ماہی را

غنی اور مرزا جلال اسیر کا مقابلہ صرف ایک ہی ایک ہم مضمون شعر سے بخوبی ہو سکتا ہی -

اسیر	غنی
بسکہ سودائے تماشائے تو پنہاں در سر است	موئے سر گر ہم سفید ا ما خیالت در سر است
ہر سر موئے مرا چوں از مژگاں دیدۂ تر است	اخگر پنہاں تہ ایں تودۂ خاکستر است

ابو طالب کلیم کے دو شعر ہیں جن میں گرفتار اور کار قافیے بندھے ہیں

شیشۂ ہیچ دل از سنگی من خود نشکست | من باین لشکستان از چه گرفتار شدم
رفتم از ہوش بکن ستم ازین بیش کلیم | چشم بردار از آن چشم که از کار شدم

گرفتار کا قافیہ غنی کا لاجواب ہو فرماتے ہیں ؎

حسن سبزے بخط سبز مرا کرد اسیر | دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم

دوسرا قافیہ نظیری کا بینظیر ہو کہ ؎

بوے یار من ازین سست وفامی آید | گلم از دست بگیر ید که از کار شدم

سودا نے بھی اس از کار شدم والے مضمون کا ترجمہ کرنے میں کمال کیا ہو ؎

کیفیت چشم اُس کی مجھے یاد ہو سودا | ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں

کلیم نے گرداب کا قافیہ کیسے پیچیدہ اور چکردار مضمون میں باندھا ہو ؎

شب که ساغر میزدی با آنکه نتوان حرف زد | کشتی مے بسکه می پیچیده در گرداب بود

غنی اسی قافیہ کو باندھتے ہیں ؎

در ہوائے آب تیغش بسکه دل بیتاب بود | بخیه بر زخمم تو گوئی موج در گرداب بود

مجھکو یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ مے پرتگال سے اول ایرانی واقف ہوئے یا ہندوستانی بہرحال اکبر و جہانگیر کے زمانہ سے فرنگی ہندوستان میں آنے لگے تھے ممکن ہو کہ انہیں کے ذریعہ شراب پرتگالی یہاں پہنچی ہو غنی کے زمانہ میں یقیناً عام طور پر یہ لفظ مستعمل تھا غنی کس حسن و خوبی کے ساتھ

فرماتے ہیں ؎

ساقی بجام ریز مئے چون پرتگال را — تا ماہ تمام سازی بیک شب ہلال را

اس شعر میں سر سے پاؤں تک حافظ پن موجود ہے۔ غنی کے یہاں اس
قسم کے مضمون بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ اس جگہ اُردو کا ایک شعر سنائے
بدوں نہیں رہ سکتا جس میں بنگال اور پرتگال کے قافیے ہیں۔ بنگال یورپ
کی ایک مشہور قوم ہے ؎

آنکھیں ہیں یا کہ ساقنیں ہیں قوم گال کی — یا دو پیالیاں ہیں مئے پرتگال کی

غنی کی زبان اس قدر پختہ۔ صاف اور شستہ ہے کہ اُن کے کلام سے کسی
جگہ بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ ایرانی نہیں ہیں جس شخص نے کبھی اپنے
شہر سے باہر قدم نہ رکھا ہو شاہی درباروں کی آستاں بوسی بھی نہ کی ہو
اُس کی زبان کا ایسا اچھا ہونا دلیل اس بات کی ہے کہ بچپن ہی سے غنی
نے نہایت شریف ذوی علم صحبت میں پرورش پائی تھی۔ یا اُس زمانہ
کا کشمیر ہی ایران بنا ہوا تھا یا اس تھوڑی سی عمر میں غنی کا مطالعہ بہت
وسیع تھا۔ غنی کا ہر ایک شعر اُن کی زبان کی خوبی کا اظہار کر رہا ہے تاہم
چند شعر بطور نمونہ نقل کرتا ہوں جن میں ایسے محاورے موجود ہیں جن کو
ایک اہل زبان تو بے ساختگی کے ساتھ استعمال کرتا ہے لیکن ہندوستانی
استعمال کرتے ہوئے ہچکچاتا اور اظہار مدعا کے لئے کوئی دوسرا پیرایہ

اختیار کرتا ہے ؎

خبر آمدن لشکر خار ست بدشت خیمۂ آبلہ گردست دہد برپا کن

دہد از شعلۂ آواز قلقل بزم مے روشن سرت گردم مکن خاموش ساقی شمع مینا را

برہم از سرگرمی ما خورد بزم مے کشاں آتشے گشتیم و افتادیم در میخانہا

کس وقت نزع بر سرم از بیکسی نبود شرمندہ ام زعمر کہ آمد بسر مرا

بر سر غیرت چہ زد آں ابروئے خونریز را کردہ ماہ نو سپر از بیم تیغ تیز را

بمیل سرمہ مانند پیش آں سر شمع کافوری بیا پروانہ روشن ساز امشب چشم غیرت را

کسی شخص کے اخلاق اور طرز زندگی کا بہت کچھ اندازہ اُس کے کلام سے بھی ہو سکتا ہے لہٰذا میں غنی کے دیوان سے بھی اُن کے اخلاق اور حالات معلوم کرنے کا کام لینا چاہتا ہوں +

کشمیر میں کچھ ایسے شاعر بھی ضرور موجود تھے جو غنی کی روز افزوں قبولیت کو دیکھ نہیں سکتے تھے غنی سے بڑھنے اور غنی کو نیچا دکھانے

پیش کرتے تھے۔ اس قسم سے کم مایہ حاسدوں کا ہر ایک باکمال کو مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ ایسے حسد پیشہ لوگوں کو اور زیادہ جلانے کے لئے صاحب کمال کو کبھی کبھی تعلی کی بھی ضرورت پیش آجاتی ہے کبھی حریف کی نالائقی کا بھی اظہار کرنا پڑتا ہے۔

بستہ شد ہر چند در یک بحر معنی ہائے تر ۔ معنی مردم حباب و معنی من گوہر است

—✻—
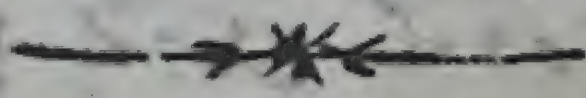
از بسکہ شعر گفتن شد مبتذل دریں عہد ۔ لب بستن است اکنوں مضمون تازہ بستن

—✻—

شد روشنم از شمع کہ در بزم حریفاں ۔ خاموش شدن مرگ بود اہل زباں را

—✻—

ہنر چو نیست چہ حاجت بلند پروازی ۔ کہ کار شیر ز شیر علم نمی آید

—✻—

مدعی گر لاف جوہر زد ندارد اعتبار ۔ ہمچو شمشیرے کہ سازند از چوب خیار

—✻—

لاف موزونی زند مانند سرو ۔ ہر کہ خواند صفحۂ از بوستاں

—✻—

نمی شود سخن پست خوبتر از مشہور ۔ بلند نیست صدا کاسۂ سفالی را

معلوم ہوتا ہے کہ چور شاعر کچھ ہمارے ہی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ ان بے غیرت چور شاعروں کی بڑی پرانی قوم ہے۔ ان کے بزرگ غنی کے زمانہ میں بھی موجود تھے اور یہی چوری کا پیشہ کرتے تھے۔ غالباً وہ بھی آجکل کے چوروں کی طرح مشاعروں میں خوب اکڑ اکڑ کر ابھر ابھر کر شعر پڑھتے خوش ہو ہو کر داد لیتے ہوں گے اور جن کے شعر یا مصرعے یا مضامین چرائے جاتے ہوں گے وہ بیچارے حیرت کے ساتھ منہ تکتے ہوں گے۔ غنی فرماتے ہیں ؎

بہ بزم نکتہ سنجاں سرخروئی از سخن دارم | پر از نگم اگر دزدی برد مضمون رنگینم

زمضموں دزدئی یاماں غنی باشد غمی مارا | چناں بستیم مضموں را کہ نتواند کسے بردن

گر سخن از خود نداری بہ کہ بربندی زباں | تا نگے چوں خانہ رانی حرف مردم بر زباں

رہبرے کے وجہہ خط از دزداں معنی روشن | کجا دزدی تکلف محفوظ دارد خرمن ما را

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ غنی صرف نام کے غنی نہیں تھے بلکہ اُن کا دل بھی غنی تھا بے نیازی، خودداری ان کی امتیازی، اور خصوصی صفت تھی اس کے ثبوت میں اُن کا دیوان ایک زبردست شہادت ہے۔ صرف

چند شعر بطور نمونہ نقل کرتا ہوں ؎

بدستِ خوی وچناں آب ہم خدائے بے نیازی را | کہ ہمچوں بچۂ مرجان درازد ریائی گیرد

کس نہی تعظیم ما از اہل مجلس بر نخاست | بہر پاس عزت آخر خود زجا برخاستم

ممنونِ دستِ کوتہِ خویشم کہ پیش کس | بیروں نہ کرد سر زگریبانِ آستیں

چشم مدد ز کس نبود چوں صدف مرا | فیضے مگر ز عالمِ بالا رسد بمن

غنی ز دربدری بگذشتم و شادم | کہ ہر کجا کہ روم ہست جائے من خالی

در معرکہ صد زخم رسد گر بہ تنِ ما | زاں بہ کہ بود داغ سپر بر بدنِ ما

تا سر کہ پشیمانی دو ناں نخشیدیم | دنداں طمع کند نشد در دہنِ ما

غنی اگرچہ فقیر است ہمتے دارد | فشاندہ است بکونین دست خالی را

در فقر ہیچکس نبود آشنائے ما | ننشست غیر گرد کسے در سرائے ما

مشکل بود گرفتن چیزے ز تنگ چشم | بخیہ است بخیہ ز سوزن قبائے ما

در علم فقر ہر کہ شد استاد چوں غنی | بر داشت نسخہ از ورق بوریائے ما

خیالِ نازکِ ما را نیست تابِ ناخن دخلے　　غنی ہرگز نہ باشد طاقتِ نشتر رگِ گل را

اشک از غمِ افزونیِ روزی نفشانیم　　ایں سیل مبادا بہ بر دستۂ دہقاں را
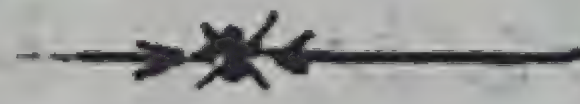
غنی چرا صلہ شعر از کسے گیرد　　ہمیں بس است کہ شعرش گرفتہ عالم را

خانہ ما زیر بارِ منتِ نقاش نیست　　نیست نقشِ ہستیِ ما خوش تر ز نقشِ بوریا

از خود آرائی غنی در بند زینت نیستم　　می پرد چوں رنگ وا از دست من رنگِ حنا

غنی ایک اعلیٰ درجہ کے ذی علم اور صاحب باطن صوفی یعنی روحانی شخص تھے شعر گوئی سے اُن کا مقصد علم تصوف کے مسائل بیان کرنا اور اُس کی باریکیوں کو کھول کر بیان کرنا نہ تھا تاہم جس قسم کے خیالات انسان کے قلب پر زیادہ محیط رہتے ہیں اُن کا اظہار شاعری میں بلا ارادہ بھی کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ فلسفہ و تصوف اور اخلاقی مضامین سے اُن کا دیوان لبریز ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

دل با ستدلالِ مستم ماند محروم از مقصود خود　　زود باں کردم تصور راہ ناہموار را

دفع شد وسواس خاطر از نماز با حضور   تا بدست بسته وا کردیم قفل لب‌ته را

خوش آن سالک که گیرد پیش راه بے نشانے را   رود بر آب تا نبود از و نقش قدم پیدا
غنی تا چند پرسی وسعت گاه اہل دنیا را   کہ باشد وسعت آں از حصار جام جم پیدا

کجا اہل ریا را آگہی اندر دیں باشد   کہ خوانند از پئے فوت نماز ایں قوم یسیں را

چوں غنی ہر کس کہ دم از خاکساری میزند   می تواند کرد روشن از نفس آئینہ را

زبان نے بآواز بلند ایں حرف میگوید   کہ می سازد بیکدم چوب را صاحب نفس گویا

رفت مانند شیشۂ ساعت   عمر من در نفس شماری ہا
گردد آئینہ روشن از نفست   گر زنی دم ز خاکساری ہا

دل ہماں بہ کہ بآرام رساند خود را   چوں نفس تا دم آخر نہ دواند خود را

بیا بلبل ببیں در پردۂ گل آفتابے را   چرا از سادگی محبوب خود کردی نقابے را

نباشد طاعتے مقبول غیر از خدا او مارا ‏ نیاید جز بمحراب گریباں سر فرو مارا

جامم بغیر کاسۂ زانوئے فکر نیست ‏ باشد خیال تازہ شراب کہن مرا

سر پیش فگندم زگنہ وا و نجالتم ‏ صد طاعت ناکردہ بیک سجدہ ادا شد

غنی کے اخلاق کا اندازہ ذیل کے اشعار سے بھی بخوبی ہو سکتا ہے جن میں اخلاق فاضلہ کے مضامین بڑی قابلیت سے بیان ہوئے ہیں اس قسم کے اشعار دیوان میں بڑی کثرت سے موجود ہیں ؎

سعی بہر راحت ہمسایگاں کردن خوش است ‏ بشنوہ گوش از برائے خواب چشم افسانہا

اندیشہ اگر زتنگی گور نبود غنی ‏ ورنہ زندگی زخاک برآورد خزانہ را

نمی باشد مخالف قول و فعل راستاں باہم ‏ کہ گفتار قلم باشد ز رفتار قلم پیدا

خاطر غمانہ زیر بار کلفت بہتر است ‏ سایہ را عیب جوئی گشت زیر گرد آئینہ را

زنہار چشم خود را بر دست کس ندوزی ‏ خالیست کیسہ از زر پیوستہ آستیں را

ملایم میشود در گفتگو ہر کس کہ کامل شد　　　　کہ دایم پنبہ باشد بر دہن مینائے پُر مے را

گر فلک کار ترا برہم زند از جا مرو　　　　جامہ را خیاط سازد قطع بہر دوختن

از سختیٔ زمانہ لب شکوہ وا مکن　　　　بر سنگ اگرچہ سایہ بیفتی صدا مکن

راز کسے اے صاحب بینش مکن زینہار فاش　　　　صد زبان گر باشدت چوں مردمک خاموش باش

کم ز حیوانات باشد پیش اربابِ تمیز　　　　آدمی کز انفعالِ جرم سر در پیش نیست

تا بود گفتگو سخنم ناتمام شنو　　　　تا نرسی بجا مشی کہ سخن مرا تمام کن

زیباست خوئے آتش اولاد بولہب را　　　　تو ابن بوترابی باید کہ خاک باشی

در چشم اہل بینش آخر سبک در آئی　　　　گر چوں حباب خواہی بر روئے آب رفتن

توکل پیشہ را روزی بدست خویش میباشد　　　　مکد انگشت خود کودک چو نبود شیر پستان را

واہ چہ این سحر جوش گشتن و دست از جان شستن است   شد صدف را آخر از آب گہر پیمانہ پر

شاعر کے لئے سب سے زیادہ دلچسپ مضمون محتسب مناہد شیخ وغیرہ کی مٹی پلید کرنا۔ شراب، مے فروش کی تعریف اور جام مے کی خواہش میں مست و سرشار رہنا ہی غنی اپنی متانت و بردباری اور علم و زہد کو شاعری میں فراموش نہیں کرتے۔ ان مضامین کو اگر رسم زمانہ کے موافق باندھتے ہیں تو سوقیانہ اور رندانہ کلام کے ذریعہ شعر کو حیثیت نہیں بناتے بلکہ مضمون کو ایسے انداز سے بیان کرتے اور وہ عالمانہ طریق استدلال اختیار کرتے ہیں کہ شعر کی رنگینی و دلفریبی اس سے بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے جو رندانہ طرز کلام سے پیدا ہوتی ہے

بہ بزم مے پرستاں محتسب خوش عربدہ وارد   کہ چون آید بمجلس شیشہ خالی میکند جا را

بہ بزم مے پرستاں گر کشتی بطاق ننہد زاہد   کہ میریزند مستاں بے محابا خون مینا را

شیشہ ہا را محتسب از بسکہ بر دیوار زد   کرد مینا کار آخر خانہ خمار را

بادہ نوشاں را غنی از آتش دوزخ چہ باک   شعلہ شاخ گل بود مرغان آتش خوار را

دایم از مستی غنی در تعمیر خم لب باش   گر نباشد میتواں کرد آب در پیمانہا

نتواں چو زاہد از رہ خشکی بکعبہ رفت   کشتی بہ بحر بادہ رواں می کنیم ما

ندارد در ہوائے گرم لطفِ آتشِ صہبا ‏ ‏ ‏ ہلالِ عید و انجم گر رگِ ابرے شود پیدا

ز بزمِ مے بروئے محتسب کردستارش ‏ ‏ ‏ چو پنبہ بر سرِ میناست بارِ خاطرہا

چہ باک از زاہدان خشک مے‌خواران سرکش را ‏ ‏ ‏ کہ موج بوریا از پا نمی اندازد آتش را

بچشم کم مبیں در نامۂ اعمال ما زاہد ‏ ‏ ‏ کہ می بارد ازیں ابرِ سیہ بارانِ رحمتہا

در چشمہ پیالہ حباب شراب نیست ‏ ‏ ‏ مے را ہوائے بادۂ لعلِ تو جام کرد

ایشیائی شاعری کی بنیاد ہی عاشقی پر رکھی گئی ہے جوشِ عشق میں شاعر آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور تہذیب و متانت بالائے طاق رکھی رہ جاتی ہے مگر غنی اس کوچہ میں بھی نہایت شریفانہ اور مہذبانہ و اجل ہوتے ہیں ۔

بزلفِ او رسیدہ در سیاہی ‏ ‏ ‏ چرا نجستم خجل از نارسائیست
نگیرد دل گرہ و کارے نسازد ‏ ‏ ‏ کہ آہِ بوالہوس تیرِ ہوائیست

مگر آں شاہِ خوباں کرد مصر آں را خانہ ‏ ‏ ‏ کہ باشد چوں جبیں داغِ غلامی ماہِ کنعاں را

بہ بحر مژہ خطر عشق چوں کشایم چشم ۔ کہ چوں حباب نگاہے کند خراب مرا

دامن بمیاں بر زدہ از پئے قتلم ۔ اے شوخ مگرداں دگر از ناز ورق را

عاشقاں غنی شہادت خسرو وقت خود اند ۔ تیشہ بر سر افسر شاہی بود فرہاد را

تا رقم زد خامہ وصف قامت محبوب ما ۔ جز الف حرفے ندارد کاغذ مکتوب ما
تا بچشم آں تغافل پیشہ می شد آشنا ۔ کاش بودی برگ نرگس کاغذ مکتوب ما

شب فراق تو اے آفتاب عالمتاب ۔ لبالب است چو گردوں ز داغ سینہ ما

غنی کے دیوان کی ایک اور خصوصیت قابل تذکرہ ہے وہ یہ کہ ان کو آسیا سے کوئی خصوصی تعلق ہے۔ ان کے دیوان میں آسیا کا مضمون اس کثرت سے باندھا گیا ہے کہ دیوان کا کوئی صفحہ ایسا نہیں جس میں کئی کئی شعر آسیا کے متعلق نہ ہوں۔ صائب کے یہاں بھی آسیا کے چند شعر موجود ہیں جو غنی کے تتبع میں لکھے گئے ہوں گے لیکن صائب کیا تمام شعرائے ہند وایران ملکر بھی غنی کی آسیا کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اول صائب کے شعر سنئے ۔

نگیر از دہن خلق حرف را زنہار ۔ بہ آسیا چو شدی پاسدار نوبت را

آسیائے فلک از آب مروت خالیست ۔ تا دلت چاک چو گندم نشود ناں مطلب

رزق می آید بپائے خویش گر دندان بجاست　　آسیا تا ہست در اندیشۂ نان نیستم

غنی کے تمام آسیا والے شعر تو اس مختصر میں نقل نہیں ہو سکتا چند شعر بطور نمونہ ملاحظہ ہوں

خلق سرگرداں ہمہ از قحط آب و دانہ اند　　ہر کہ را دیدیم غیر از آسیا در گردش است

نیست جز افسوس خوردن حاصل کشت جنوں　　آسیا گردانی ما دست بر ہم سودن است

چوں آسیا مپرس ز آسایشم غنی　　کز چشم من بگرد سفر خواب رفتہ است

روزی ما میشود آخر نصیب دیگراں　　طالع برگشتہ ہمچوں آسیا داریم ما

تا رزق خود رسد بدہانت چو آسیا　　دائم خموش دار زبانِ سوال را

تا بزیر سپہر جا دارم　　نالہ چوں آب آسیا دارم

ناں بیشتر کہ دانہ خرمن جدا کنند　　سوراخ مور شد دہن آسیائے ما
از روزگار روزی ما جز شکست نیست　　سنگ فلاخن است مگر آسیائے ما

موئے سفید ماست ہمہ گرد آسیا　　شد خورد آسیائے فلک استخوانِ ما

تر همچو آسیا نشد از آب نان ما — از تشنگی است خشک زبان در دهان ما

بسان آسیا در نفع من نفع جهان باشد — بخلقی میرسد روزی مرا گر آب و نان باشد
گدا چون یافت روزی خویش از انده سلیمانی — بپای مور سنگ آسیا تخت روان باشد
ملک گیرد ز من روزی بر مردم کند قسمت — میان آسیا از من کنارا ز دیگران باشد

قسمت چون غنچه در کار تو بگشاید در روزی — ز سنگ آسیا در گوشم این آواز می آید

ز گردیدن رسد چون آسیا در خانه ام روزی — من از گردش چه مانم روزی من در سفر باشد

کسے کز چرخ لطفے دید چشمے از وفا دارد — چه آن خوشه که سر سبزی ز آب آسیا دارد

زبردست اضطراب و زیردست آسودگی دارد — دو شاهد بر کلام من دو سنگ آسیا باشد
بکام دل ندیدم جمع اسباب معیشت را — که آب و دانه ام چون آسیا از هم جدا باشد

گران جان کے ز قطع راه تجرید آشنا گردد — که خواهد زاد راه از گرد خود چون آسیا گردد
غنی در ملک دنیا انقلابے آرزو دارم — که خاک از گردش گردون غبار آسیا گردد

دستگیر ما طلب کرده‌ای پیش نه رفت   آسیا گرد عصا گشت با خاک برسید

دست بریدست
مرا چون آسیا خوش وقت گاهی در تهیدستیست   که روزی آورد در خانهٔ من میهمان از خود

ما بفقر و فاقه خرسندیم همچون آسیا   گر رسد روزی غبار خاطر ما میشود

تنگ چشمان چشم خود بر رزق مهمان می نهند   از طمع چون آسیا سر بر سر نان می نهند

از چرخ بی مذلت حاجت روا نگردد   تا آبرو نه ریزی این آسیا نگردد

تربیت را چه اثر گر نبود استعداد   آسیا صاف چو آئینه نگردد ز غبار

بسکه همچون آسیا می نالم از بیداد خویش   میکشم در گوش خود انگشت از فریاد خویش

بود کلید در رزق پارسا مسواک   کجا ز دست دهد همچو آسیا مسواک

فارغ نیم ز سر زده دوری همچو آسیا   بیهوده پا بدامن خویش کشیده‌ام

زمردم آنچہ گرفتیم زود پس دادیم — بنانِ خشک قناعت چو آسیا کردیم

جستجو از بہر روزی باعثِ شرمندگیست — زیں خجالت آسیا انگشت دارد در دہاں

آخر نہ دستگیر بجائے رسی — چوں آسیا طواف بگرد عصا مکن

گر شوی قانع دریں رنق تو را خواہد شدن — بر شکم سنگے کہ بندی آسیا خواہد شدن

چشم خود را تا بکے بر رنق مہماں مے نہی — از طمع چوں آسیا ناں بر سرِ ناں می نہی

حاصل دل شکنی غیر تاسف نبود — آسیا بے سببے دست نساید برہم

بسکہ مردم می نشیند بر رخش گرد سحاب — شد چراغ آسیا در چرخ گردوں آفتاب

غنی کی قادر الکلامی و مضمون آفرینی کے تصور سے انسان مرعوب ہو جاتا ہے کہ ایک آسیا کے گرد کس قدر کثیر التعداد اور دلچسپ مضامین کو جمع کر دیا ہے غنی کے دیوان میں نئے اور عجیب مضامین کی اس قدر کثرت ہے کہ کسی دوسرے شاعر کے یہاں ایسے عجیب و دلچسپ مضامین نہیں مل سکتے۔ احباب کی ضیافت طبع کے لئے چند شعر نقل کرتا ہوں ؎

(۱) شدہ چشم سگانِ کوِ جاناں چار از شوقش   بچشم کم نہ بینید اے رقیباں استخوانم را

چار چشم شدن کے معنی ہیں ملاقات ہونا۔ کمال اشتیاق و انتظار کا ہونا۔ اکثر کتوں کی دونوں آنکھوں کے اوپر دو نشان ہوتے ہیں ایسے کتے کو سگ چار چشم کہتے ہیں۔ چار چشم شدن کے اس مفہوم کو ذہن میں رکھکر شعر کو پڑھو اور غور کرو کہ رقیبوں کو کس طرح مخاطب کیا ہے اور کیا کہا گیا ہے۔

(۲) غنی ساغر بکف جمشید پیش میفروش آمد   کہ شاید در بہائے بادہ گیرد ملک دنیا را

جام جمشید ایک مشہور پیالہ کا نام ہے جس کو جمشید نے بنایا تھا اور تمام دنیا کا حال اس میں نظر آجاتا تھا۔ اس پیالہ کا خاتم سلیمانی کی طرح دنیا کی بڑی سے بڑی قیمتی چیزوں میں شمار تھا۔ جمشید دنیا کے بہت بڑے اور عظیم الشان بادشاہوں میں شمار ہوتا ہے غنی کہتے ہیں کہ جمشید اپنا وہی قیمتی پیالہ ہاتھ میں لئے ہوئے میفروش کی خدمت میں فقیروں کی شکل بنا کر حاضر ہوا ہے اور درخواست کرتا ہے کہ ایک پیالہ شراب دیدو اور دنیا کی بادشاہت اس کے عوض میں لے لو۔ یا یہ کہ یہ پیالہ جو ملک دنیا کی برابر قیمت رکھتا ہے مجھ سے لیلو اور اس کے عوض شراب پلادو۔ لیکن جمشید کو خود ہی شک ہے کہ میفروش اس سودے پر رضامند نہ ہوگا کیونکہ شراب کے عوض ملک دنیا کی حقیقت کیا ہے۔ اسی لئے اس نے سائل کی صورت بنائی ہے کہ شاید میفروش کو رحم آجائے اور وہ جام شراب کے عوض ملکِ دنیا یعنی روئے زمین کی سلطنت جو بہت ہی کم قیمت ہے قبول کرلے اب پھر ایک دفعہ شعر کو پڑھو اور دیکھو کہ کتنا بڑا مضمون کس قدر تھوڑے لفظوں میں اور کس طرح بکمال خوبی ادا کیا گیا ہے۔ ساغر میفروش جمشید بادہ وغیرہ الفاظ کی مناسبت کے علاوہ جب یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ جمشید کو دنیا میں شراب کا موجد بتایا جاتا ہے تو شعر کا لطف اور بھی بڑھ جاتا ہے

اور حقیقت یہ ہے کہ یہ تصوف کا شعر ہے اور ہر قسم کے مبالغہ سے پاک۔ عبارت میں بیان کرنے سے وہ لطف جاتا رہے گا ارباب حال اس شعر کو پڑھیں اور وجد میں آئیں ٭

(۳) تا قوی فتی کس وگر نشست در پہلوئے ما — رنگ با این اختلاط آخر پریدا ندوئے ما

رنگ اڑنے رخ پر یدن کو کس خوبی سے استعمال کیا اور کیسا عجیب مضمون نکالا ہے

(۴) خرق عادت کے بکار آید دل افسردہ را — گر رود بر آب نتوان معتقد شد مردہ را

میں ایک مرتبہ گنگا کے کنارے ناگل کے قریب جنگل میں شکار کھیلنے گیا وہاں گنگا میں ایک مردہ کو بہتے ہوئے دیکھا جس کا پیٹ خوب پھول گیا تھا وہ کثیف نظارہ آجتک یاد ہے۔ اسی طرح بہت سے لوگوں نے دریاؤں میں مردے بہتے ہوئے دیکھے ہوں گے لیکن کسی کا بھی دماغ اس طرف منتقل نہ ہوا ہوگا کہ ایسا عجیب اور لطیف مضمون نکالے جو غنی نے نکالا ہے۔

(۵) وید تا سرگشتگی ہائے مراد ربحر عشق — آب میگردد زخواہش در دہاں گرداب را

کیسا لطیف مضمون ہے۔ گرداب کے منہ میں پانی بھر آنے کو کس خوبصورتی سے باندھا ہے

(۶) جاں طلب از ضعف نتواند رسید — من بزور ناتوانی زندہ ام

انوکھا اور دل فریب مضمون ہے ٭

(۷) تا سرش از بوئے مے شد گرم خمہا را شکست — ہیچکس دیوانہ را چوں محتسب بدمست نیست

محتسب شراب کا دشمن ہوتا ہے شراب کے مٹکوں کو توڑنا اس کا فرض منصبی ہے لیکن غنی نے جو وجہ بیان کی ہے وہ بڑی عجیب اور نہایت دلچسپ ہے کہ کوئی اپنے اندر ایک فلسفہ بھی رکھتی ہے۔

(۸) معذور بود زاہد اگر جام نگیرد — کز دانۂ تسبیح کفش آبلہ دار است

(۹) حاسد از کردۂ خود گشت پشیماں کہ بزور — بسر زمیں زد و سخنم را ز اوج با فلاک رسید

با فلاک رسیدن کے معنی ہیں عالی مرتبہ ہونا بیحد مقبول خلایق ہونا ؛

بزمیں زدن کے معنی ہیں کسی چیز کو حقارت کے ساتھ زمین پر پٹک دینا جب کوئی چیز زیادہ ناپسند ہوتی ہی اور اُس سے زیادہ نفرت ہوتی ہی تو زیادہ زور سے زمین پر مارتے یعنی پٹک مارتے ہیں غنی فرماتے ہیں کہ حاسد نے بوجہ حسد کے میرے کلام کی زیادہ تحقیر کرنی چاہی اور زیادہ نفرت کا اظہار کیا کہ اُس کو زور سے زمین پہ مارا گیند جس قدر زیادہ زور سے زمین پہ ماری جائیگی اُتنی ہی زیادہ بلند اوپر کو اُچھلے گی ۔ اسی طرح میرا کلام بھی گیند کھا کر اوپر کو اُچھلا تو آسمان تک پہنچ گیا یعنی بہت ہی زیادہ بلند مرتبہ اور مقبول ہو گیا اب حاسد پشیمان ہی کہ یہ کیا ہوا ۔ اس نتیجہ کا پہلے سے اندازہ ہوتا تو یہ کام نکرتا

(۱۰) تا کند دریوزۂ آتش نگشن از چنار — کاسہ بر کف ہست سرو از آشیان بلبلان

چنار کا درخت سرو کے درخت سے بہت زیادہ بلند ہوتا ہے چنار کے درخت کی نسبت مشہور خیال ہی کہ اُس سے آگ نکلتی ہی ۔ سرو کے درخت کو انسان کے قد سے تشبیہ دی جاتی ہی ۔ بلبل کے گھونسلے کی پیالہ سے مشابہت ظاہر ہے ۔ غنی فرماتے ہیں کہ سرو کے درخت پر جو بلبل کا آشیانہ ہے وہ درحقیقت سرو کے ہاتھ میں بھیک کا پیالہ ہے جس میں وہ چنار سے آگ مانگ رہا ہی

آگ مانگنے والا جب کسی بلند جگہ مثلاً کوٹھے پر بیٹھے ہوئے شخص سے پیالہ میں آگ لیتا ہی تو پیالہ کو اونچا کر دیتا ہی اور اُس کو جھکنے اور خمیدہ ہونے کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی پس تشبیہ نہایت کامل اور بڑی لطیف ہی۔ بیچاری بلبلوں کے گھونسلے جلانے کے سامان ہیں +

(۱) تا شود قبرش زیارتگاہ ارباب ریا — خویش را زاہد بزیر گنبد دستار گشت

(۲) گر چنیں از سنگ طفلاں رخنہ ہا افتد در و — آشیان بلبلِ بامی شود آخر قفس

(۳) نیست عینک کہ نہادیم ز پیری بر چشم — نگہ از شوقِ جمالِ تو زند سر بہ سنگ

(۴) لشکر ضعف بسر تاخت مگر بر سر او — کہ ز عینک بکف آورد سپر دیدۂ من

(۵) اگر لب از سخن گوئی فرو بندیم جا دارد — کہ بُود از نزاکت تاب بستن معنیٔ ما را

میں غنی سے بہت شرمندہ ہوں کہ اس بے سر و سامانی اور عجلت میں جو کچھ ہو سکا ہو وہ اُن کے مرتبہ سے بہت کم ہی اور اس لئے خوش ہوں کہ جو کچھ میں نے کیا ہی اتنی بھی اُن سے نہیں ہو سکا تھا۔ اپنی ناقابلیت کو محسوس اور اپنی کم مائگی کا اقرار کرتا، اور دست بدعا ہوں کہ خدا تعالےٰ حضرت فوق کو توفیق عطا کرے کہ وہ کتابت کی غلطیوں سے اس مختصر کو محفوظ رکھنے کی کوشش کریں اور اُس میں کامیاب ہوں۔ والسلام مع الاکرام۔

احقر اکبر نجیب آبادی غفرلہٗ

مولانا غنی کی قبر

کلیم۔ قدسی۔ فانی اور کئی اور شعرار کی قبریں سری نگر کے محلہ درگجن میں واقع ہیں۔ یہ قبریں ایک بلند چبوترے پر ہیں۔ جو مزار الشعرار کہلاتا ہے صرف دو چار قبروں کے آثار نظر آتے ہیں۔ باقی کوئی قبر سلامت نہیں ہے لیکن غنی کی قبر محلہ راجویر کدل (واقعہ عالی کدل) احاطہ مزار حضرت حسین بلادری میں ہے۔ سنگ مزار (جیسا کہ منشی غلام احمد صاحب مہجور نے سری نگر سے لکھا ہے) موجود ہے۔ نام پڑھا جاتا ہے۔ باقی عبارت نہیں پڑھی جاتی۔ لیکن غنی کا نام اس کی اولاد کے نہ ہونے اور قبر کے شکستہ ہونے کے باوجود بھی زندہ ہے۔ اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

خان بہادر پیرزادہ مولوی محمد حسین صاحب عارف ایم۔اے جج۔ (ازمانہ جج ہائیکورٹ جموں وکشمیر) کلیم و قدسی وغیرہ نامور شعرائے کشمیر کی قبروں کے دیکھنے کے بعد غنی کی قبر پر گئے تھے۔ جیسا کہ وہ خود آئینہ کشمیر میں کہتے ہیں ؎

کلیم و قدسی و فانی غنی کی بھی زیارت کی
شکستہ حال زین العابدین کا مقبرا دیکھا

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ

کتاب دستور العمل
برای شادی و غمی

مرتبہ خادم قوم میرزا غلام مصطفیٰ

کہ باتفاق ہاے حضرات علما و سادات و مشایخ و رئیسان و اعیان و اکابر قوم واقعہ ۱۹ ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۰ ہجری مرتب کردہ شد۔

درمطبع پرتاپ پریس باہتمام پنڈت وشناتھ طبع گردید

تعداد جلد ۱۰۰۰

خوش آید
دشمن چه کند چو
مهربان باشد دوست
الهی غنچه امید بگشا
گل از روضه جاوید نما

افتتاح

۱۸۶

بسم الله الرحمن الرحیم

فصل اول

بعد از حمد خدا و نعت و درود حضرت سرور انبیا رحمت خدا
بر او - و بر جمله اولاد و اهل‌بیت او - و بر همه یاران و ذریت او
و بر خلفای شرع و کتاب و سنت او - و هادیان طریقت
و ملت او - و پیشوایان جمیع امت او - نازل تا قیامت
شامل باد -

پس از این باید بگوییم که تمامی برادران قوم میدانند که حالت
معاش ما تا کجا خراب است - و ستاره بخت ما از گردون با چگونه
در انقلاب است - زبونی بخت که روزگار قدیم مسدود و - گیرایی

و ترقی قیمت اشیاء خورد و نوش موجب روز بروز در
ظهور و نمود - اتفاق و یکجهتی و همدردی عنقا - تهیدستی
و بی سرمایگی و وام داری روشن و هویدا گویا بالفاظ
دیگر شخص اعتبار قوم بیمار و بیدوا و محتاج - و حکیم و
ڈاکٹر ازین علیل بد پرهیز بی احتیاط ناراض و متامل در
علاج - عجب اینکه خود نمائی و اَنَا خَیْرٌ را چون شیر و
شکر بالطبایع ارتباط و دلچسپی و امتزاج - و باین علت
اسراف و فضول خرجی ها را در امور شادی و غمی در محافل و
مجامع بجای علم و هنر ترقی و رواج -

زیرکی را گفتم این احوال خود خندید و گفت
صعب گرے بوالعجب دروے پریشان حالتے

بالجمله بخود نمی پردازیم - شکوه از غیر چه میسازیم - در بادی
النظر شکوه از اسراف است - که در قوم ما قبل ازین به
صوابدید و تجویز رئیس القوم مرحوم میرزا غلام محی الدین صاحب
غفر الله لنا وله که باتفاق دیگر اعیان و اکابر قوم

اخراج رسوم شادی وغمی محدود کردہ شدہ بود اما محتاج
بمزید اصلاح و رواج عام میمنود۔ چونکہ بباعث زیر باری
اسراف پابندی رسوم لایعنی و فضول خرچی کہ بعضے ازان
خلاف نص شرعی و ہدایت قرآنی است۔ مردم گرفتارِ قرض
دوام میشوند وبسا اوقات کار بدانجا میرسد کہ خانہ وکاشانۂ
شان نصیبِ دیگران میشود۔ بمد نظر داشت ابتری حیثیت
مالی و ابحالت خراب خادمِ قوم میرزا غلام مصطفےٰ صاحب
بالستدعای جواب حضراتِ علما و سادات ومشایخ و رئیسانِ اعیان
واکابرِ قوم وسربرآوردہ اشخاص از شہر ومفصلات کہ در
خانۂ میرزای موصوف اجماعاً جمع شدہ بودند۔ از ہر دو
طبقۂ اہلسنت وجماعت واہلِ تشیع۔ پس باتفاقِ رای
درامورِ شادی وغمی دستور العمل مفصلۂ ذیل تحریر نمودند
وجمہور برآن اتفاق کردند کہ ہر کس از برادران قوم اعلی
وادنی برہمین تحریر درامورِ شادی وماتم داری پابند بودہ
نوعے برخلافِ این عمل نسازد۔ و فضول خرچی واسراف

وخود نمائی را ترک کند وہر کہ مخالفت کند بمصداق
آیۂ کریمہ اِنَّ المُبَذِّرِینَ الخ داخل در مبذرین خواہد
بود۔ فرضاً اگر کسے کند رعایت ولحاظِ برادری با او کردہ
نمیشود۔ ومستحقِ لوم وملامتِ دیگران باشد برادران
شامل وشریکِ او نشوند۔ بصورتِ شمول اتفاقی یا لاعلمی
از مجلس برخاستہ رود۔ واللہ علی ما نقول وکیل۔
وعلیہ التکلان فی کلِ حال وھو الدلیل۔

متعلق شادی ہا

دفعہ (۱) برموقع ختنہ برائے صاحب پسر

اگر بوصول اطلاع متعلقان برائے احضار وقت ختنہ
بنظر شفقت بختون مے آیند برائے آنہا تناول ما حضر
کافی است۔ جلسہ حجامی موافق تحریر سابقہ موقوف
اگر حاضرین بلا درخواست برائے حجام چیزے دادن
خواہند ہر کہ خواہد از چہار آنہ تا ہشت آنہ دادن میتوانند

حجام را موافق رسم خود صاحب پسر راضی سازد -
دفعه (۳۲) برائے تسمیہ خوانی - یعنی مکتب نشانی - که در سابق
خرج زیادتی کرده میشد - البته جائزه هم میبود - مقرر شد
که هر کس فراخور حیثیت و استطاعت خود - بعوض آن همه
مخارج که کرده میشد به نیّتِ خیر طوریکه معلّم و معلّمه را
هدیه استفتاح و اقدام این امرِ محمود مید‌هد برین موقع
اند جنس نقد هر چه امکانش شود برائے امداد تعلیم دیگر
برادر زاده های قومی خود - هدیه بمدرسه قومی فرستاده
ماند - چنانکه در خاتمه این دستور العمل هم برائے آن
درخواست شده است -
دفعه (۳۳) خطبه - یعنی خواستگاری - بعوضِ سخن
بندی - یعنی نشانی - یا شیرینی خوری - و گرمائی - کافی
است بعد اقرار و تسلیم فیما بینِ طرفین - برائے این
خواستگاری پدر صاحب تنها یا بمعه کسے دیگر از متعلقان
خویشان نزد خویش موقّر و معتبر باشد - رفته اند و غیر

وقت طعام - بخانۂ صاحب دختر بفرستد - برین موقع نبات از دو آثار الی ہفت آثار و نقدی از دو روپیہ و ہشت آنہ مروّجہ تا پانزدہ روپیہ فرستادن لازمی است اگر اشیاءِ نقرہ و طلا از دہ روپیہ الی پنجاہ روپیہ مروّجہ میفرستد اختیار دارد - امّا بصورتِ ارسال اشیاء نقد فرستادن موقوف کہ ضرورت نیست -

دفعہ (۴) بعدِ وقوع این خواستگاری کسے را اختیار نیست کہ بلا استرضاء طرفِ دیگر و بلا وجہ موجّہ - بطمع دنیوی یا باغواے دیگرے - انکارِ قرابت کند - اگر کسے کند برادران شریکِ غم و شادیش نمیتوانند شد - ازین بعد تا روزِ زفاف یعنی شادی - اشیا و نبات کہ برایّامِ متبرکہ در سہ روز در سالِ اوّل فرستادن در تحریر سابقہ الی الحال محدود شدہ بود - در آیندہ محدود و موقّت نباشد - ہر وقت کہ خواہد فرستادن تواند -

دفعہ (۵) ہرگاہ کسے باسترضاءِ طرفِ دختر بجاے

خواستگاری متذکرہ عقد نکاح کردن خواہد اختیار دارد
در آن موافق تحریر قبل حسب ذیل عامل شود -

(الف) صاحبان مجلس خاطب کہ بخانۂ مخطوبہ میروند
از پنج نفر تا یازدہ باشند بعیہ وکیل وشہود ناکح - خدمتگاران
با ہر صاحب ہمگی یکنفر گویا تنہا ہم تا ۱۱ نفر باشند زیادہ بران
نباشد - الا صاحب السیر را اختیار ست کہ بجاے یکنفر
خدمتگار ۲ نفر ہمراہ برد - گویا بجاے یازدہ سیزدہ
مقرر اند - زیادہ بر آن نباشد -

(ب) نبات از دو سیر تا یازدہ سیر ہمراہ اشیا - میوہ وغیرہ کہ
با اشیا فرستادن مرسوم بود بعد الیسی تقسیم میشد موقوف کہ فضول است

(ج) تہان طلا و نقرہ از یک اشرفی معمولی کہ عبارت از شش روپیہ
وہشت آنہ مروجہ است تا یازدہ اشرفی معمولی مقرر گردید -

(د) حنا اختیار دارد بغرسید یانہ اگر میفرستد از یک سیر تا ۳ سیر

(ھ) بردارندۂ مجمعہ یکنفر ومیانجی یکنفر زیادہ از آن نباشد -

(و) ہدیۂ تحریر نکاح موافق تحریر سابقہ از یکروپیہ تا ہفت روپیہ

(ذ) بابت متفرق عمله و خدمه و دیگر رسوم بہمہ جہت از
یک روپیہ الی ۱۱ روپیہ -

دفعہ (۶) برائے رسم بہینی سفتن کہ اگر بہمین روز نکاح
بعمل آید طوریکہ در رسوم صاحب دختر درج است - اشیا از سہ روپیہ
الی سی روپیہ نبات تا پنج آثار و نقد برائے نان و شیرینی تا
ہفت روپیہ و ہشت آنہ بخانہ صاحب دختر بفرستند -

دفعہ (۷) روز حنا بندی قسم از ذیل بخانہ صاحب دختر بفرستند
(الف) نبات از دو آثار الی ۱۱ آثار - حنا از یک آثار الی ۷ آثار
(ب) اشیاء نقرہ یا طلا بنام تہان از دو اشرفی معمولی الی
بیست و دو عدد اشرفی مذکور یعنی از ۱۵ روپیہ الی ۱۵۰ روپیہ
(ج) برای رسوم تیل و حنا و میانجی وغیرہ از یک روپیہ تا ہفت
روپیہ رائج الوقت -

دفعہ (۸) روز حنا بندی اگر دعوت احباب کنند یا بعد زفاف
بتقریب شکرانہ و ولیمہ اگر کنند اختیار دارد - اما طعام ضیافت
و دعوت مطابق دعوت مجلس شادہ و مجلس نکاح کہ در رسوم

صاحب دختر مقرر شده بہت باشد زیادہ ازان از اول تا آخر نباشد اگر چیزے کم کند در آن مشکور بہم۔

دفعہ (۹) روز زفاف۔

(الف) دستبوس شاہ از متعلقان و رشتہ داران موافق تحریر سابقہ از ہشت آنہ تا دو روپیہ ہشت آنہ۔

(ب) صاحبان دعوت کہ بخانۂ صاحب دختر ہمراہ شاہ بروند برائے ہمچو شرفا و روسا از یازدہ الی سی و سہ نفر۔

(ج) قبل از پنج روز اطلاع تحریری از تعداد صاحبان دعوت و علمہ و خدمہ شاہ بصاحب دختر فرستادن و جواب تسلیم گرفتن لازم

(د) ہر یک صاحب را ہمگی یکنفر خدمتگار ہمراہ باید بود زیادہ ازان نباشد

دفعہ (۱۰) تشریح عملہ شاہ شامل دعوت۔

(الف) خدمتگاران ہمراہی شاہ مثل شیر برادر وغیرہ کہ تا پنج نفر مقرر اند ہر کہ باشد با ملازمان صاحبان مجلس شاہ یکجا بر یک سفرہ نشستہ طعام خورند امتیاز و انتخاب کہ باعث تکلیف بود موقوف

(ب) اسپ سواری شاہ صرف یکے باشد سائیس یک یا دو نفر

حجام یکنفر۔ طعام شاہ بہ سایس وحجام دادہ شود۔

(ج) شیر مادران شاہ از یک تا ۳ باشند کہ پیشگی بخانۂ عروس روند

(د) زنہای غزلخوان پس شاہ از خانہ اش کہ می برآمدند موقوف کہ شرعاً ممنوع است۔

دفعہ (۱۱) تتمہ عملۂ شاہ غیر مشمولۂ دعوت صاحب دختر مثل مشعلچیان کہاران کہ آنہا را صاحب پسر در خانۂ خود طعام خوراند و بدہد۔ صاحبِ دختر را تکلیفِ طعام شان چیزے نیست صرف بجائے علیحدہ بنشانند۔

(الف) مشعلچیان از ۱۱ نفر الی ۱۳ نفر کہ از ان پیشگی ہمراہِ جنپان یا ڈولی و شیر مادران از یک الی ۳ نفر بفرستند۔ مابقی ہمراہِ شاہ۔

(ب) کہاران از چار نفر الی ہشت نفر۔ اگر ڈولی ہم باشد

دفعہ (۱۲) رسوم انعام بر مجلس شاہ در خانۂ صاحب دختر

(الف) دستبوسِ عروس از یک شیر مادر عینی شاہ از ہشت آنہ الی ۳ روپیہ و ہشت آنہ۔

(ب) انعام باورچی یا خیبار حسب حیثیت بپرورش تقاضا و بجا اجتناب باشد

(ج) خدمتگاران و مقام وغیرہ از ہشت آنہ الی دو نیم روپیہ

(د) شربت خورالی شاہ موقوف کہ فضول است۔

(ہ) دستبوس شاہ از نہائی صاحب دختر موقوف۔

دفعہ (۱۳) رسوم ہفت ایام یومیہ تو تتنغ عروس در شوہر خانہ

(الف) دستبوس اقارب قریبہ بعروس از ہشت آنہ الی ۸ ر

(ب) دستبوس از جانب والدۂ شاہ موقوف۔

(ج) روز اول برائے شیر مادران دو یا سہ لنگری طعام بخانۂ صاحب دختر بفرستد۔

(د) در ہفت ایام طعام معمولی عروس مع ہمراہیانش را بخورانند

(ہ) نان و گوشت وغیرہ کہ بنام نہاد (نہار) تیار کردہ میشد و بخانۂ صاحب دختر فرستادہ میشد سر بسر موقوف کہ فضول است

(و) روز ہفتم شیر مادران عروس را برائے طعام وغیرہ فی ہشت آنہ الی یک روپیہ دہد و شیر مادر عینی را الی دو روپیہ دہد۔

(ز) بابت جوڑہ عروسانہ و دیگر لوازمات از ۲۵ روپیہ

الی صد روپیہ اشیا دادہ شود۔

دفعہ (۱۴) فرستادن نقدی و نبات کہ بطورِ حاضری ہا و خبر گیری ہا بعروس از خویشان وغیرہ کہ مقرر بود فضول است سر بسر موقوف۔

دفعہ (۱۵) در طعام خورد و نوش درونی و برونی در خانہ صاحب پسر ہیچگونہ زیادتی و فضولی نباید بود بلکہ از کردۂ دعوت مجلس شاہ و دعوتِ خانہ دی و سالن ہا وغیرہ تخفیف باید کرد کہ باعثِ خوشنودی برادران است

دفعہ (۱۶) دعوتِ درمیانی یعنی پھرہ سال موقوف کردہ شد الا دامادِ موجبِ خواستِ خسر خانہ یا استدعائے اینطرفی بخسر خانہ رفتن میتواند امّا چند روز قبل اطلاع نمودن شرط است۔ و با خود نقدی حسبِ طاقتِ خود بردن میتواند کہ لازمی است۔

دفعہ (۱۷) نغمہ ہائے لولیان و گیت بازی کہ در بعض طبقاتِ مردم در شہر و مفصلا مروج است۔ مطابق حکم

شریعت ممنوع و در آینده مطلقاً مسدود و موقوف و متروک نموده شد۔ عوض آن ہر قدر که توفیق باشد۔ ہر یک فراخور استعداد خود بمدرسه قومی امداد کنند تا که ببرادران قوم فایده رسد۔

برائے صاحب دختر دفعه (۱۸) روز تسمیه خوانی و سفتن گوش ہا۔ این عمل بیکروز کند۔ دعوت وجشن وغیره نکند۔ بعوض آن ہدیه امدادی موافق دفعه نمبر ۲ بمدرسه ہائے قومی بفرستد۔

دفعه (۱۹) بروز خطبه یعنی خواستگاری دسخن بندی صرف چائے یا قهوه یعنی یک چیز۔ برائے خواستگاران تیار کند و با قهوه یا چائے یک یک نان روغنی یا یک یک کلوچه ساده باشد۔ نان و کباب وغیره چیزی نباشد۔ بهمین قدر اکتفا کرده اجابت کند۔ انعام نبات و یا اشیا ہر چه باشد بنام نہاد (پراس) از چهار آنه تا هشت آنه

وبعد بنا این شعور لیست تا شادی پابند این عقد ماند نوعی دران
ارادہ تخلف نکند بلکہ بموجب درخواست منظوری اس ایجاب و قبول شرعی
تصور سازد و اگر بلا وجہ کسی تخلف کند او از طبقہ شرفا خارج باشد در ایام
ستمبر کہ تا گر چیزے کپڑا وغیرہ از صاحب پسر رسد انعام رسانیدہ
آن قرار متذکرہ صدر دہیے۔

دفعہ (۲۰) روز نکاح خوانی اگر پیشگی بعمل آمد بشرط امکان و
مناسبت موقع و سن رسم مذکور ... اگر در خاندانش هم رسوم باشد
ادا سازد و ترا از ذیل عمل کند و بخشایش فرد تا کہ بصاحب پسر بیشتر آیندہ
موقوف کہ تکلیف مالایطاق است۔

(الف) در مجلس نکاح از طرف خود از دو نفر تا پنج نفر دارد۔

(ب) طعام و غیرہ بقیہ بهمان سنہ ۳ سائل مقررہ باورچیان ۳ کسہ در مجلس
بیارد۔ پولاو نمکین و شیرینی موقوف کردہ شد۔

(ج) در اول جلسہ قہوہ شیرینی همراہ یک یک کلوچہ نمکین یا قندی غلاف دار
سوای لوزیات و مٹھائی موقوف

(د) بعد ختم طعام چای تلخ بجای چای شیرین چای شیری موقوف
کردہ شد۔

(ه) نبات کہ همراہ اشیا وغیرہ باشد سر بسر بخود بگیرد از انها

چیزے نباید فرستاد کہ موقوف کردہ شد ۔

(و) انعام تہان از ہشت آنہ تا یک روپیہ و ہشت آنہ بدہد زیادہ بران ممنوع ۔

(ز) یکنفر یا دو نفر بمعہ میانجی کہ اشیا گرفتہ مے آیند طعام علیحدہ خورانند ۔

(ح) آدمان صاحبان دعوت را کہ از جانب صاحب پسر باشند بیک جای در خانہ شود بر یک سفرہ بنشانند و طعام بقیہ مجلس بخورانند و از کردہ تعداد مقررہ کہ سواے دو نفر ایزادی صاحب پسر با ہر یک صاحب یکنفر محدود است ۔ اگر یکے ہم زیادہ باشد براے آن اعلانا بہ نیت رفع تکلیف و اصلاح عادت آیندہ در مجلس شکایت ظاہر کردہ شود ۔

(ط) اگر رسم سفتن بینی ہمین روز ادا کرد باز براے ناہنا بخانہ صاحب پسر منجملہ نقدی مرسولہ او نصف نفر رسید سواے نبات یا ہمراہ ثلث نبات مرسولہ آنطرف

دفعہ (۲۱) روزِ حنابندی ہمین طور طعام خوردنی برای رسانیدہ اشیا تیار کردہ باید خورانید۔ نان و گوشت کہ خوان تیار کردہ ہمراہ شان دادہ میشد۔ ہمہ موقوف کردہ شد کہ فضول است۔ الا اگر برای شیر مادران کہ روزِ زفاف دو یا سہ لنگری طعام خالی ہمین عنوان فرستادن مقرر است بہمین روز بفرستند۔ اختیار دارند باز روزِ زفاف فرستادن ضرورت نیست۔ اما باید کہ علیحدہ سوای شمولیت این آوان بفرستند۔ ورنہ بدعتی دیگر پیدا شدن میتواند۔ انعام تہان بدستور روزِ نکاح دادہ مانند۔ در کمی و بیشی اشیا حرف نزنند۔

دفعہ (۲۲) روزِ زفاف از طرف خود بدستور تا پنج نفر یا ہفت نفر شامل دارد۔ زیادہ بر آن معیوب ضیافتِ مجلس شاہ بتہ و سہ سالن مقررہ باشد۔ و قہوہ با کلوچہ قندی یا سادہ سپیاسی شیری موقوف چپاسی تلخ بدل آن بعد طعام اگر ہست آرد خوب۔ حرف

جعفرات در پیالہ ہاے چینی یا سفالی. بہر لنگری یک یک پیالہ
دارد- براے انعام آشپز و دیگر عملہ ہر چہ صاحب پسر میدہد
قبول کند در آن کشمکش نشود- آدمان شاہ و صاحبان ہمراہی
شاہ را شمردہ برھزید تعداد صاحبان دعوت خاصہ شاہ
تا پنج نفر ہم شمردہ اگر زیادہ باشند- شکوہ آن ظاہر کردہ در مجلس
نشانیدہ شوند و بلا انتخاب از بقیہ طعام مجلس شاہ سیر کردہ شوند
تکلیف طعام جدید براے ایشان نباید کرد کہ فضول است و شاہ را
دو لنگری یا یک لنگری داشتہ شود- و شیر مادران شاہ را ہم
ہمین طور طعام باید خورانید-

دفعہ (۲۳) براے عملہ مشعلچیان و کہاران و پولیس وغیرہ
ہر کہ باشد تکلیف طعام خورانی و مہمانداری در خانہ صاحب دختر
مرفوع و موقوف کہ از خانہ شاہ خوردہ مے آید درینجا صرف بجاے
علیحدہ آنہا را نشانیدن است صرف براے آنہا و رسوم نقدی از
ہشت آنہ الے دو روپیہ و ہشت آنہ فرستادہ شود- مشعلچیان ۸ رباعیہ ۸
کہاران ۴ تا ۸ عملہ پولیس ۴ تا ۸ -

دفعه (۲۴) بابت رسومات که بخانهٔ صاحب پسر فرستاده است

الف) شیر مادران همراه عروس دو یا سه باشند۔

ب) زیورات عروس از جانب صاحب دختر حسب طاقت۔

ج) لباس عروس از یک لباس تا هفت لباس موجب طاقت۔

د) بخشایش شاه از ۳ روپیه الی ۱۱ روپیه والے ۲۵ روپیه۔

ه) بابت انعام شیر مادران و مرغ خوان و همگی رسومات

از اول تا آخر نقدی بجانب صاحب پسر از پنج روپیه الی ۲۰ روپیه

و) ظروف ها وغیره میده هر اختیار دارد اما لازمی نیست

ز) دستبوس شاه و شربت خورانی موقوف کرده شد۔

دفعه (۲۵) رسوم روز طوے۔

الف) سوالی اگر بخانهٔ صاحب پسر میفرستیده خالی فرستاده باشد۔

ب) زنهای غزلخوان پیش عروس هرگز نه بر آیند که ممنوع

شرعی است۔ اهل دعوت چون این حرکت بد همی بینید از

مجلس برخاسته روند و شامل نشوند۔

دفعه (۲۶) بابت آوردن داماد بخانه که دعوت درمیانی

مقرر بود بر طرف - بجاے آن بوصول اطلاع از خانہ پدرِ داماد و تقرر تاریخ آمدن و آوردن او ممکن - بر این موقع او را طعام معمولی خورانیدن باید و ضرورت بخشایش وغیرہ ندارد

دفعہ (۲۷) بابت متعلق تقسیم گوشت قربانی

تقسیم گوشت قربان موافق حکم شرع شریف آنرا سہ حصہ باید کرد یکحصہ بفقرا و ہمسایہ و یکحصہ باقارب و یکحصہ بخود باید گرفت - اما اولین مرتبہ کہ صاحب پسر حصہ این گوشت بخانہ صاحب دختر میفرستد با آن چیزے اشیا یا نقدی از دو روپیہ تا ۱۱ روپیہ براے حصۂ دختر ش بفرستد لیکن پوست ہای قربان طوریکہ عمل درآمد شدہ است بمدرسۂ قومی باید داد - درین بارہ ہر قدر تحریک و تحریص ممبران قوم کردن ممکن شود باید کردہ شود کہ این کارِ خدائی است -

فصل دویم

دفعہ (۲۸) براے رفع بدعات ماتم داری کہ مرسوم بود قرار ذیل عمل کردہ شود -

(الف) تعزیہ تا سہ روز ہست ہمین وجہ در پنجا چہارم متوفی کردہ میشد۔ کہ حالا رنگے دیگر گرفتہ ست۔ معنی تعزیہ این نیست کہ انسان بنوحہ و فغان مشغول باشد۔ بلکہ معنی آنرا حضرت ولینعمت دین و دنیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم دریک جملہ مبارکہ طی فرمودہ اند کہ کفیٰ بالموت واعظا گوش ہوش مردمان از پنبہ غفلت پر ہست۔ ورنہ ہر نعشے بدوشے واعظے بر منبر است۔ بالجملہ باید بموت متوفی انسان عبرت گیرد وخود را ہم مثل او نمود بے بود داند۔ واز اسراف وفضولیات کہ محض برای پابندی رسوم موہوم بنام نہاد خیرات مرحوم کردن مرسوم است۔ باز ماند۔ گو مثل سابقہ آن عادات نیستند۔ اما بعض اخوان خطہ ہنوز این خاک ما آلودگان ہوا وہوس را۔ برای فواید دنیوی جہان بین میکند۔ بنظر آن مقرر شد کہ قرار ذیل در ماتم داری عملدر آمد باشد

(ب) خورد ونوش در خانہ صاحب تعزیہ تا سہ روز متروک۔

(ج) چہارم کہ برا مردہ میکند در آن بطور دعوت کسی را مدعو نسازد

بلکه آن همه رقت بنیت ثواب بهر روح میت ثواب رسانند و ختمها را
خوانند - کلمات براے او بخوانند -

(د) بر مقبره گورکنان بر قبر میت قرآن مجید را ببانگ بلند
و صوت خوب یا جهوری بخوانند - زیرا که قرآن مجید بکارے [illegible]
نیست - بغیر از اماکن متبرکه و زیارات حضرات انبیا علیهم الصلوة
والسلام و حضرات اولیاء کرام قدس الله اسرارهم اینگونه
تلاوت در همچو مجامع بعوض ثواب مخل و سوء ادب است

(ه) نوحه و فغان زنها که موجدان آن جاهلان بوده اند و بشرکت
حضرت اسلام ممنوع - پس بعد هم مطلقاً ممنوع و مسدود باشد
اجتماع زنهای قبیله و خویشان بر یک وقت در اوقات و ایام
مقرره در خانه صاحب تعزیه که بود موقوف و متروک بشمار آید
اگر برای همدردی و خبرگیری می آیند جایز - برای زنهای مذکوره
یا برای مردها که بخانه صاحب تعزیه تا ختم فاتحه روز جمعه می آیند
اجتماعاً و انفراداً چیزی قهوه و چای و نان کرده نشود که موقوف کرده شده است

(و) مرثیه خوانی و شعرخوانی اگر کسے بخانه صاحب تعزیه کند در مجمع

روز اول کرده باشد۔ بعد اختتام آن بار در جمعہ کہ گردن رواج
گرفتہ است نباید کرد۔

(ف) مولود خوانی و نعت خوانی در مجالس تعزیہ کہ عموماً رواج گرفتہ بود
موقوف باشد۔ الا در مجالس تعزیت تا حضرات سادات و علماء و
مشایخ عظام کہ در مساجد باشد اگر چیزے از نعت و مناجات
خواندہ شود بشرطیکہ غیر در مجلس نباشد جایز است۔

(ح) ہدایای دستار بندی۔ کہ در زمانہ قدیم در طبقات مردم
علی قدر مراتبہم بطرق متعددہ مروج بود در موجودہ ایام از تمیز
برآمدہ است و بجای فایدہ نقص در آن متصور۔ بالجملہ حضرات
سادات و علماء و مشایخ یا اعیان و اکابر و سربرآوردہ ہای قوم
راکہ از جانب سرکار والا و ریاست بخششہای دستار بندی
یا از روسا و اکابر و بقعہ جات متبرکہ ہدایا برای خلف و جانشین
میرسد از این بحث خارج است۔ عام طور این رواج نمودن و
بعاریت آوردن و واپس بردن داخل در ریا و بدعت است
ترک نمودن اولی و انسب۔ کہ ترک کردہ شد۔ الا اگر بجای

ضرورت شود آن متعلّق بر اتفاق برادری است البته در مفصلات
اگر این رواج بر همان طریقهٔ سابقه هنوز مروّج باشد در جواز
آن گفتگو کردن مناسب نمے آید ؎

خاتمه

بالآخر بالاتّفاق جمیع اعزّه و اکابر قوم تمامی برادران قومی
و خطّه این التماس است که قدری بتأمّل و توجّه بحالِ خراب قوم
منصفانه نظر انداخته به بینند که اینهمه تخفیف و ترخیم که در
مخارج خانگی ہاے خود کردن بطیب خاطر منظور نمودیم سبب
اصلی آن چیست۔ ورنه پیش از ما عقلا و دانشمندان بوده اند
گاہے نظر باین جزئیات نه نشسته اند۔ ای قوم خوابیده اگر مارا
بهره از تعلیم معاش میبود کارِ ما باین ادبار و افلاس نمی رسید۔
وسایلِ معاش و روزگار از ملازمت و کسب و تجارت و کار و بار
مفقود۔ نااتفاقی و بعلمی و عدم توجّه بتعلیم در نشو و نمود۔
بارے اگر بکوته اندیشی نظر بر فردائی اندازیم۔ تاهم امروز بجود و فروتنی
وزیر باری مخارج فضول خود را پریشان و مقروض غیر چرا سازیم

اگر خود در اکتساب علوم معاش بیگانہ و ناکسانیم چرا اولاد و
اطفال خود و برادران خود را در تعلیم مدد نمیرسانیم رباعی

از ظلمت گر نیندیشد دلِ بیمار ما
شورِ محشر خندۂ کبک است در کہسارِ ما
از نسیم نوبہاران مغزہا آشفتہ شد
گل نگر و آشفتگی از گوشۂ دستارِ ما

بالجملہ امید از تمام برادران این است کہ بہ ہمین دستور العمل
کاربند شوند۔ و در امداد نقدی و جنسی تعلیم قوم کمر بستہ
بلا تفاوت و امتیاز۔ و بغیرِ شایبہ نفسانی اغراض بہ
مدرسہ ہای قومی امداد و اعانت کنند۔ شاید کہ ہمین
بیضہ برآرد پر و بالِ عنقا گردد ✤ تمام شد

در مطبع پرتاب پریس سرینگر کشمیر باہتمام پنڈت
ویشناتھ صاحب مالکِ مطبع در سنہ ۱۹۱۹ء بقلمِ
محمد سیف الدین ساکنِ محلۂ دری بل تحریر شدہ طبع گردید